



* بھیرہ (پاکستان) *

بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۸ء

مرتبہ سید میاح الدین کاکخیل

تحت ادارہ

علامہ حسین { امیر حزب الامصار بھیرہ }
مدیر مسئول { مولانا الحاج افتخار احمد بکوی } سالانہ ہفتہ
(پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مولانا محمد رفیع صاحب گوی امیر حزب انصار بھیرہ (پنجاب)
 زیر ہدایت

سالانہ چندہ
 عوام سے ۳ روپیہ
 طلبہ سے ۲/۸ روپیہ

سالانہ چندہ
 معاونین سے ۵ روپیہ
 غیر مالک سے ۲ روپیہ

حزب انصار بھیرہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد ! (۱) اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
 (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
 طریق کار ! (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجرا (۲) دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت سر انجام دے گا۔
 (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب انصار بھیرہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ (۷) جامع مسجد بھیرہ کی حرمت۔
 موصولہ اہم ! (۱) شمس الاسلام ہر ماہ انگلری کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی تاریخ میں مذکور ہوتے ہیں۔
 (۲) ہر ماہ کے مضامین نگار حضرات کی رائے سے منتخب ہونا ضروری نہیں (۳) ارکان حزب انصار کے نام ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔
 (۴) کم از کم ۴ روپے ہر ماہ یا تین روپے سالانہ مقرر ہے (۵) عام سالانہ چندہ ۳ روپے۔ معاونین سے ۵ روپے اور غیر مالک سے ۲ روپے۔
 (۶) نمونہ کار پرچہ ۴ روپے کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے (۷) رسالہ باقاعدہ چانچ پڑتال کے بعد ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔
 (۸) اس سلسلے میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع دینی چاہیے۔
 (۹) دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا (۱۰) جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ روانہ کرنا ضروری ہے۔
 (۱۱) پاکستان واسے اپنا چندہ حاجی فضل الہی عبد المجید صاحبان کمیشن انجیلز مالا نواب مسجد سٹریٹ بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ پوسٹ بھیجنا چاہیے۔
 (۱۲) اگر کسی کو خط لکھنا ہو تو خط و خطوط پر رنگ روایت ہوں گے۔
 جملہ خط و کتابت و تفصیل در بنام ۱۔ غلام حسین میجر شمس الاسلام بھیرہ (ضلع سرگودھا) ہونی چاہیے۔

سرخ نشان ○ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ ہر تہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی آر ایل ہوگا جس کے دائرہ اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ پی آر ایل بھیجیں۔
 خریداری منظور نہ ہوتو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی والیں کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔
 غلام حسین میجر سالانہ خط و کتابت کر کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ماہنامہ شمس الاسلام بھائیہ

مکتبہ: سید سیاح الدین کا کمال

جلد ۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ستمبر ۱۹۵۸ء شماره ۹

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	شذرات - اخلاقی اصلاح کی اہم ضرورت	ادارہ	۱۰۵
۲	شیعوں کی زیادتیاں	"	۱۰۶
۳	گرائی کے اسباب	"	۱۰۷
۴	اسلام اور بہارا قانونی نظام	عبد القادر عودہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۸
۵	اسلامی ریاست	مولانا امین احسن اصلاحی	۱۱۶
۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کے چند گوشے	مولانا محمد منظور احمد نعمانی ایڈیٹر القرآن کھنڈ	۱۲۱

بانتہام اعلام حسین ایڈیٹر پرنٹرز پبلشر ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر جریدہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا۔

دارالعلوم عزیزیہ واقع جامع مسجد کھیر

ہے۔ اور آپ کا یہ دینی فرض ہے کہ اس مدرسہ کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنے اور اس علی یادگار کو باقی رکھنے کے لئے اس کی امداد و اعانت فرمائیں۔ اس مدرسہ کا تمام نظام اہل غیر مسلمانوں کی مالی امداد سے چل رہا ہے۔ امید ہے کہ ہماری اس درخواست پر محیرہ حضرات توجہ فرما کر دستِ تعاون دراز کریں گے۔ تمام امداداً رقوم اہتم مدرسہ عزیز یہ واقع جامع مسجد بھیرہ کے نام پر بھیجنا ضروری ہے۔

عاج
افتخار احمد گوی کان۔ اللہ لئے ہمتیں مدرسہ عزیزہ جامع مسجد حبیبیہ

شذرات

اندرونی اور بیرونی مسائل پر بیسٹجوں۔ اسمبلی ہالوں اور پریس کانفرنسوں میں خوب تبصرہ کیا۔ اور ہر ایک نے اپنی نیت اور ذہنیت کے مطابق حصہ لیا۔ بہت سی جماعتیں دنیا قریب بہ فضا ہو گئیں۔ اور بہت سی نئی پیدا ہوئیں۔ الغرض پورے گیدہ سال کے گزشتہ ہر قسم کے حالات کو زیر نظر رکھنے کے بعد یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے اس ملک کا دماغ کس انداز سے سوچتا ہے اور کون سی چیزیں ہمارے اہل فکر کے ہاں اہم اور ضروری ہیں۔ اور کون کس انداز سے سوچتا ہے اور کس کا نصب العین اور مقصد زندگی کیا ہے۔

اسم نہایت افسوس اور حیرت کے ساتھ یہ بات ہے مجبور ہیں کہ اس عظیم و وسیع "اسلامی مملکت" کی اس عظیم اسلامی آبادی میں چند اہلکد کے بندوں کو چھوڑ کر جن کی تعداد مجموعی طور پر لحاظ سے بہت کم ہے۔ عام طور سے جو چیز نہیں سوچی گئی وہ اہلکد اخلاقی اور اصلاحی بنیادوں پر اس اسلامی مملکت کا تعمیر و ترقی کا مسئلہ ہے۔ اور جس تحریک کا نام نہ حکومتی حلقوں میں آیا اور نہ سیاسی جماعتوں کے ہاں۔ وہ اہل ملک کو ایک مرد مسلم۔ ایک شریف انسان اور اچھا شہری بنانے کا کام ہے۔

اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس ملک کی زندگی میں کسی بارے میں کوئی غلا اور نقص نہیں۔ اور ہماری موجودہ پاکستانی سوسائٹی اور ملک کے سارے باشندے اس معیار اخلاق پر پورے اترتے ہیں لیکن حکومت کی رپورٹوں کو دیکھتے۔ معاشرہ کے حالات پر خود منصفانہ نگاہ ڈال دیجئے۔ یونیورسٹیوں کے خطبہ ہائے تعلیم اسناد

۱۴ اگست کو اس سال اخلاقی اصلاح کی اہم ضرورت بھی حسب معمول یوم استقلال کی تقریب منائی گئی۔ اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا گیا کہ گیارہ سال قبل اسی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مملکت پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اور اسی آزادی حاصل ہونے کی یاد میں بن شادمانی کے طور پر ہر سال تقریب منعقد کی جاتی ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روز محض جلسوں جلوسوں اور سٹیبل پر اکتفا نہ کی جائے۔ بلکہ حقیقت پسندانہ طور پر نظر ڈال دی جائے کہ ہماری آزادی کا یہ سال کیسے گزرا۔ اور آزادی کی خدا داد نعمت سے متنعس ہو جانے کے بعد ہم نے اس نعمت کی شکر گزاری کی یا نہیں۔ اور کی تو کس صورت میں۔

ملک کی آزادی اور پاکستان کے استقلال کو گیارہ برس گزر گئے۔ اس عرصہ میں مختلف وزارتیں بنیں اور لوٹ گئیں سرکار میں بھی تبدیلیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور صوبوں میں بھی یہ آمد و شد۔ اور ذیروں اور گورنروں کی تبدیلی ہوتی رہی۔ جو بھی آیا اس نے اپنی اپنی ہمت اور ذہنیت کے مطابق "عمارت نو ساخت" کے نظریہ کی بنیاد پر کچھ تجویزیں سوچیں اور منصوبے بنائے۔ کسی منصوبے پر کسی درجے میں عمل ہوا کسی پر ابھی عمل بھی نہیں ہوا۔ اور ابھی تک دفتروں کے فائلوں میں محفوظ ہے۔ بہت سے کمیشن بٹھائے گئے اور انہوں نے اپنے علم و فہم کے مطابق رپورٹیں مرتب کر کے پیش کر دیں۔ بڑے بڑے دل چسپ و دلاؤ نیز خا کے کاغذ کے صفحات پر کھینچے گئے۔ مختلف سیاسی جماعتوں نے سیاسی مسائل پر خوب بحث و تنقید کی اور ملک کے

طریقوں سے پورے ہو سکیں۔ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی کا یہ نظریہ فی نفسہ بھی غلط ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے کبھی بھی مستقل طور سے زندگی کا نصب العین بن ہی نہیں سکتا۔ لیکن اس وقت ہم اس حیثیت سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ ایمانی اور اخلاقی معیار کو حاصل کئے بغیر آپ کے اقتصادی، غذائی، صنعتی، فوجی اور دوسرے تمام مادی مسائل بھی ہرگز حل نہیں ہو سکتے۔ آپ حقیقت میں لگا ہوں سے دیکھئے ان گذشتہ چند برسوں میں ہمارے ملک کے اندر منصوبہ بندی اور تعمیر و ترقی کا جو کام ہوا ہے (تھوڑا یا بہت اپنے ذرائع و وسائل سے یا کسی کی امداد سے) اس نے اعداد و شمار اور نتائج کی زبان سے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے۔ کہ اخلاقی احساس، ایمانی جذبہ اور شہری زندگی کے شعور اور ضمیر کی بیداری کے بغیر یہ ساری کوششیں "کوہ کندن و کاہ بر آردن" کے مترادف ہیں۔ ذمہ داروں کی ہوس دولت، اور کارکنوں کی کام چوری اور مفت خوری نے انقلاب، انگریز کوششوں اور دولت کے ذخیروں کو جس طرح بیکار کر دیا ہے وہ اس غریب و مفلوک ملک کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ زرعی ترقیوں، اور ملک کو غذا کے اعتبار سے خود کفیل بنانے کے لئے جو اسکیمیں چلائی گئیں وہاں کس قدر بے عنایتیاں ہوئی ہیں وہی واقف کار سے مخفی نہیں۔ ایمانی جذبہ، اخلاقی احساس اور ضمیر کی بیداری کے ساتھ جو کام پیسوں میں ہو سکتا تھا۔ وہ ان تینوں چیزوں کے فقدان کے ساتھ آج لاکھوں روپے میں نہیں ہو رہا ہے۔ لاکھوں ایکڑ قابل کاشت زمینیں بخر دے کار پڑی ہوئی ہیں۔ مگر حاکموں کی مصلحت اندیشیوں، سیاسی حیل و منفعت بڑے بڑے جاگیرداروں کی ہوس جاگیرداری اور جوع الارض اور دفتروں کے نظام کی اتاری کی وجہ سے وہ کسی بھوکے کسان کو بل بوتے کے لئے نہیں دی جا سکتیں۔ حکومت کی سطح سے وائر کر

اور اخباروں کے کالم مطالعہ فرمائیے۔ ان میں سے ہر ایک چیز اس بات کی تردید کرتی ہے۔ اور یقیناً جس شخص کو شہری زندگی کی سطحی اور سرسری واقفیت بھی ہو وہ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اخلاق و شرافت اور اسلامیت کے لحاظ سے ہماری حالت بہت ناگفتی ہے۔ آج ملک میں جس پیمانہ پر رشوت خواری، دولت ستانی، اقربا نوازی، ذخیرہ اندوزی، مجرمانہ گراں فروشی، غبن و بددیانتی بے حیائی و بے پردگی اور زلیلوں اور کینے اخلاق والے لوگوں کا غلبہ اور شریفوں کی کس میرسی ہے۔ وہ اس دور "استقلال و آزادی" سے قبل اس بدنام اور غلامی میں بھی کبھی نہ تھے۔ اسلامی اور شہری زندگی کا شعور و ادراک، اور ملک و وطن کی ذمہ داریوں کا احساس تقریباً صفر کے درجہ میں ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ ہمارا ملک اخلاق و شہریت کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ پر لے درجہ کی نادانیت ہے یا ایک خطرناک حد تک فریب خوردگی۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اگرچہ تسلیم ہے کہ ایمانیان و اخلاق کا فقدان ہے۔ اور اس معیار کے مطابق ہماری قومی زندگی بالکل نہیں لیکن اس طرف اس لئے توجہ نہیں دی جاتی۔ کہ زندگی کی موجودہ کش مکش اور تعمیر و ترقی کے جدید منصوبوں اور ملکی اور قومی ترقی کے اسباب و حل ہر شب و روز غور کرنے اور اس کے لئے جذبہ و جدوجہد اور اسکیموں کے سامنے اس کام کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ بلکہ ملک کا اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اقتصادی ترقی ہو اور غذا کے اعتبار سے ملک خود کفیل ہو جائے۔ ملک کی حقیقی ضرورت۔ صنعتی ترقی یا معیار زندگی کی بندی ہے۔ گویا انسانی زندگی کا اصل نصب العین یہ ہے اور اس لئے پاکستان میں بھی یہی نصب العین ہے۔ کہ خوب کھایا جائے۔ خوب پیاجائے۔ خوب پہنا جائے۔ اور دوسرے تمام حیوانی اور انسانی تقاضے منانے

عوامی زندگی کی سطح پر دیکھیے۔ تو آپس میں کوئی ہمدردی۔ جذبہ خدمت و فرائض اور سچی محبت وطن نہیں۔ اور کسی کو اپنے حقیر فائدہ یا لذت کے لئے ملک کو نقصان پہنچا دینے میں ذرہ بھرتا نہیں۔ یہ وہ قومی گیر کہڑ ہے جو صدیوں کی مستحکم سلطنتوں کے لئے معتدل حالات میں بھی خطرناک ہے۔ سچ جائیکہ ایک ایسی نوزائیدہ ریاست کے لئے جس کو غیر معمولی بین الاقوامی حالات سے بھی سابقہ ہے۔ اپنے پڑوسی ملک سے بھی جس کے تعلقات بوجہ متعددہ خوشگوار نہیں۔ اور جس کو بہت سے اہم خارجی مسائل ہر وقت اس کے سامنے لائیں شکل میں موجود ہیں۔

ان کو کچھ اور سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ بھر حکومت کی سہولتوں نے ان کو جس طرز زندگی کا عادی بنا دیا ہے اس کے بعد وہ اس خشک و بے مزہ کام کے پھیلوں اور اس سنگلاخ زمین میں ہل چلانے کے قابل ہی نہیں رہے۔ اس کے لئے تو اسی طرح کے جفاکش، ایثار پیشہ۔ صاحب یقین کارکنوں کی ضرورت ہے جو علامہ اقبال کے الفاظ میں

نکر بلند سخن دلنواز جاں پر سوز

کے مالک ہیں۔ یہی لوگ اس ملک کی حقیقی خدمت کر سکتے ہیں۔ اور ایک نیا انقلاب لاسکتے ہیں۔ ایمانی۔ اخلاقی اور اصلاحی انقلاب۔ تعمیری و ایجابی انقلاب۔ جو محض اپنی قوت اور عوامیت کی بنا پر انقلاب کہلایا جا رہا ہے۔ ورنہ وہ ایک خالص تعمیری کام ہے۔

ملک کی اس تعمیری قوت کے کام میں جس قدر تاخیر ہوگی وہ اس ملک کے لئے خطرہ کا باعث ہے۔ ایسا خطرہ جو غذائی قلت۔ اقتصادی بد حالی۔ مالی عدم توازن۔ بلکہ ہیردنی خطرہ سے زیادہ سنگین ہے۔

اس خطرہ کے وقوع سے زیادہ خطرناک اور تشویشناک بات یہ ہے کہ ملک میں اس خطرہ کو محسوس کرنے والے یا تو بالکل غفلتور ہیں۔ یا اتنی تھوڑی تعداد اور غیر نمایاں حیثیت میں ہیں کہ ان کے وجود کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ اس سے انکار نہیں کہ ہمارے ملک میں کچھ اہل فکرو اور کچھ نیک سیرت ایسے موجود ہیں جن کو پورا احساس ہے۔ اور وہ اپنے وسائل کی حد تک کوششیں بھی کرتے ہیں۔ لیکن اندھیرا کچھ اتنا زیادہ پھیل چکا ہے کہ وہ چند دھیمے چراغ ملک کو روشن کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ اور ہر گز جدید دھند اور زرد دھند تحریک کی شدید ضرورت ہے۔ اس وقت جو صورت حال سامنے ہے وہ تو یہ ہے کہ جو سیاسی جماعتیں ملک میں سوائے ایک دو کے باقی سب کو خوب اچھی طرح آزمایا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ملک میں یہ تمام اندھیر گردی اور

ہمارا خیال یہ ہے اور شاید تاریں کرام بھی ہماری تابید فرمائیں گے کہ ہمارے اس اسلامی ملک میں اس بنیادنی اور سب سے اہم کام کا یہ خلا صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں ملک کی زمام کار ہے اور گیارہ سال کے اس طویل عرصہ میں جو لوگ بھی یکے بعد دیگرے منصب قیادت تک پہنچتے رہے۔ انہوں نے ابتداء سے اس طرح کی تعلیم و تربیت ہی نہیں پائی۔ کہ وہ اس بنیاد پر مبنی ملکی اور قومی مسائل کو سوچ سکیں۔ ان کی تربیت یا تو سیاسی میدان میں ہوتی ہے۔ یا انگریزی دور کے دفتری نظام میں۔ یا مغربی طرز کی تعلیم گاہوں میں۔ اور یہ سارے میدانوں وہ میں جو اس انداز فکر سے عرصہ سے محروم چلے آ رہے ہیں۔ ان میدانوں کے نامور رہنما جو موجودہ صاحب اقتدار طبقہ کے معتمد اور مربی رہے ہیں ان بنیادوں پر سوچنے کے خود بھی عادی نہیں تھے۔ مذہب جو اس بارے میں روشنی اور صحیح انداز فکر عطا کرتا ہے اس سے علی تعلق بالکل حتم ہوا ہے۔ زندگی کے حقائق اور کوششوں کے نتائج البتہ اس طبقہ کو نئے طرز پر سوچنے اور بنیادی کام کی طرف توجہ کرنے پر آمادہ کر سکتے تھے۔ لیکن حکومت کا دفتری نظم و نسق اور انتظامی حیثیت

ان کے لئے کوئی ہمدردی۔ جذبہ خدمت و فرائض اور سچی محبت وطن نہیں۔ اور کسی کو اپنے حقیر فائدہ یا لذت کے لئے ملک کو نقصان پہنچا دینے میں ذرہ بھرتا نہیں۔ یہ وہ قومی گیر کہڑ ہے جو صدیوں کی مستحکم سلطنتوں کے لئے معتدل حالات میں بھی خطرناک ہے۔ سچ جائیکہ ایک ایسی نوزائیدہ ریاست کے لئے جس کو غیر معمولی بین الاقوامی حالات سے بھی سابقہ ہے۔ اپنے پڑوسی ملک سے بھی جس کے تعلقات بوجہ متعددہ خوشگوار نہیں۔ اور جس کو بہت سے اہم خارجی مسائل ہر وقت اس کے سامنے لائیں شکل میں موجود ہیں۔

اقتدار میں قوم کی حالت بگاڑی ہے۔ اور اخلاقی کا دیوالیہ لگا لایا ہے
لہذا اَمِنْ حَيْثُ رُبَّ الْجَرْبِ حَلَّتْ بَدَ الْاَزْدِ 'عدہ۔ اور آزمودہ
را آزمودن چل است کی بنا پر ان سے کچھ بھی خیر کی توقعات وابستہ
رکھنا نادانی اور سادہ لوحی کی انتہا ہے۔

ملک کی حقیقی تحریک اور حقیقی خدمت یہی ہے۔ کہ جمہور میں
ایک نیا اخلاقی انقلاب برپا کیا جائے۔ اور ملک میں ایک ایسا ایماندار
جذبہ اور مہم راخیز پیدا کیا جائے۔ جو خدا شناس اور خدا ترس
ہو۔ جو صاحب یقین و صاحب عزم ہو۔ جس کے اندر اخلاقی جس
اور شہریت کا شعور پیدا ہو۔ جس کو بغیر کسی خوف اور خارجی خطرہ
کے خیانت و ظلم اور گناہ سے نفرت ہو۔ جس کے اندر دوسروں کو زیادہ
سے زیادہ نفع پہنچانے اور خود کم سے کم فائدہ اٹھانے کی اخلاقی
مصلحت ہو۔ جس کے اندر رضا کارانہ کام اور بے مزد مزدوری
و جذبہ ہو۔ جس کو دوسروں کا حق ادا کرنے کی اپنا حق لینے سے
زیادہ تر کر ہو۔ یہ ہے ملک کی وہ حقیقی خدمت جو اس ملک کو مضبوط
با عزت و شہرت اور محفوظ بنا سکتی ہے۔ اگر اس میں کوتاہی یا تاخیر سے
کام لیا گیا تو سخت انتشار اور ایک بڑے انقلاب کا خطرہ ہے۔ وہ
انتشار اور وہ انقلاب جو قوانین فطرت کی خلاف ورزی کے نتیجہ
میں پیش آتا کرتا ہے۔ اور آئین کی تاریخ انسانی پر آواز بلند اعلان
کرتا ہے۔ ع

خدا اسے چہرہ در تہاں! مضمحلہ میں فطرت کی آغوش میں
مگر جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ اس خدمت کے لئے ہمارے
یہ زمانے ہونے کا مہین تو بالکل موزون نہیں۔ انہوں نے کبھی اس
انداز سے سوچا ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ وہ اس انداز سے سوچ
ہی نہیں سکتے۔ ان کے ہاں اخلاقی اصلاح کوئی قابل غور مسئلہ ہی نہیں بلکہ
یہ تو ایک دوسرے سے اقتدار کو چھیننے کے لئے خود اخلاقی حدود کو

پامال کرتے ہیں اور قوم کو عملاً اسی کی تربیت دیتے ہیں۔ اس کے لئے
ان جماعتوں کو قوت پہنچانا۔ اور ان مردانہ کارنامے بڑھانے کا کام
کرنا ضروری ہے جس کا ماضی دا خدا رہیں اور جن کی زندگی کو دیکھ کر
اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اب تک خود بھی اخلاقی حدود کے اندر
رہے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں یہ ترپ موجود بھی ہے۔ کہ ملک کی اصلاح
انہی بنیادوں پر ہو۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جو خود اسلام کے
احکام پر عامل رہے ہوں اور اسلامی نظام کو محض زبان سے نہیں
بلکہ مسلسل جدوجہد سے اس ملک میں نافذ اور جاری کرنا چاہتے
ہوں

شیعوں کی زیادتیوں

ہم نے گذشتہ شمارہ میں شیعوں کی
انجاد کے مسئلہ پر کچھ لکھا تھا۔ اور
اب بھی ہمارا خیال ہے کہ اختلاف مسک کے باوجود یہ ضروری ہے کہ
ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے شیعہ تہمتی نزاع ختم ہو جائے
اور آپس کی یہ کشمکش باقی نہ رہے۔ مگر اس نیک خواہش کی تکمیل تب
ہو سکے گی جب کہ ان حقیقی اسباب کا پتہ لگایا جائے جو اس کشمکش
پیدا ہو جانے اور پھر بڑھ جانے کا موجب ہوتے ہیں۔ ہمیشہ شیعوں
کی جارحیت اور دل آزار تقریروں اور تحریروں کی وجہ سے یہ آگ
پیدا ہوتی اور پھیلتی ہے۔ اگر وہ علی الاعلان جملوں میں اس قسم کی
باتیں نہ کریں جو شیعوں کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ اور وہ
بھرے جعبوں میں آج باغ فدک کی تقسیم کے لئے قریباً چودہ سو برس
بعد قاضی بن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کے تیر نہ پھلائیں
تو پھر کوئی دجہ نہیں کہ سنیوں کی طرف سے کوئی ذرہ براہی اقدام
ہو جائے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ تعزیر داری کے امر اسم کا تعلق

اپنے علماء کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے صبر و سکون سے کام لیا اور کہیں بھی کسی قسم کا جوابی اقدام نہیں کیا۔ اب ہم نہ تو ان تفصیلات میں جاتے ہیں۔ اور نہ اس پر کوئی تفصیلی تبصرہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارا مقصد بات کو پیچیدہ کرنا نہیں بلکہ ختم ہی کرنا ہے۔ البتہ اپنے محترم وزیر اعلیٰ کی خدمت میں یہ ضرور عرض کر سکتے ہیں کہ آپ نے جو نیک قدم اٹھایا ہے اس کو کامیابی سے ہمکار کرنے کے لئے آپ خود پورے طور پر اس کی نگرانی کریں۔ کہ کسی طرف سے کسی قسم کی جارحیت نہ ہو۔ کوئی اشتعال انگیز تقریر نہ کی جائے۔ کوئی نفرت پیدا کرنے والی تحریر نہ شائع نہ ہو۔ دونوں طرف کے مسئلہ بزرگوں اور پیشواؤں کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کی جائے۔ کسی فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں کو کسی شکل میں اس بات پر مجبور نہ کریں کہ وہ ضرور ان کی مجالس کی رونق بڑھایا کریں۔ اگر حکومت کی طرف سے پورے اخلاص کے ساتھ ان امور پر کنٹرول کر دیا گیا اور چند فرقہ پروردگی زبان و قلم پر قابو پایا گیا تو یہ کشیدگی ختم ہو سکتی ہے۔ اور ملک کو امن و امان نصیب ہو سکتا ہے۔

شیعہ فرقہ سے ہے۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ ان کے ہاں کوئی مذہبی چیز ہے۔ یا شیعیت کے پر و پیگندہ کے لئے بعد میں ایک سیاسی حربہ کے طور پر ایجاد کیا گیا ہے۔ یا محض رسم ہی رسم ہے۔ بہر حال یہ امور ایسے ہیں کہ صرف شیعوں کے ساتھ متعلق ہیں۔ شیعوں کے ہاں یہ سارا سلسلہ اور یہ تمام مراسم مذہبی نقطہ نگاہ سے درست نہیں تو ایسی صورت میں شیعوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی طریقہ سے بھی ہوں شیعوں کو بھی ان مراسم کی ایساگی یا ان کے اہتمام میں کسی قسم کی امداد و اعانت، یا ان کی رونق افزائی کے لئے ایسی مجلسوں اور جلسوں میں شرکت پر مجبور کر دیں۔ وہ اپنے طور پر حدود امن و قانون کے اندر کسی کی دل آزاری کا رد یہ اختیار کئے بغیر جو چاہیں کریں لیکن شہر میں ان کی مراسم کی رونق ضرور بڑھائیں۔ یہ مطالبہ کرنا یا اس قسم کی تدبیریں بردھنے کا کارنامہ ایک کھلی زیادتی ہے۔

صوبائی حکومت یا بہ الفاظ صحیح ترجمہ کر لیاں صاحب نے چاہا کہ محرم میں شیعہ شہر میں فساد نہ ہو اور یہ دو امن و امان کے ساتھ گزر جائیں۔ اور اس کے لئے آپ نے ایک کوشش کی۔ جو کامیاب ہوئی۔ یعنی خدا کے فضل سے کہیں خون ریزی نہ ہوئی۔ اور کسی خون بہانگامہ اور فرقہ و فساد کے بغیر یہ دن بغیر دعا و عافیت گزر گئے۔ دوسرے امن پسند شہریوں کی طرح ہم نے بھی وزیر اعلیٰ کو مبارکباد دی۔ اور حکومت نے بھی قوم کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہم نہ دل سے اس بات پر بسا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس دفعہ غیر دعا و عافیت رہی۔ اور آئندہ کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ لیکن محرم گزر جائے کے بعد بعض مقامات سے یہ اطلاعات بھیجیں۔ کہ وہاں بعض

شیعوں نے اس دفعہ بھی اپنی بے اعتدالی کو نہیں چھوڑا۔ اور متعدد مقامات پر انہوں نے غلط اہتمامات کئے۔ مگر شیعوں نے

گرانی کے سبب
ضروریات زندگی کی بے انتہا آرائی سے تمام باشندگان ملک نالاں ہیں۔ ہر توپر اور مضمون میں ہر شے پر اور ہر اخبار میں اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور

مختلف لوگ مختلف اسباب و وجوہات بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں اگر ایک جامع بات کی جائے تو وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو تجارت کے جو اصول بتائے تھے اور جن اصول و ضوابط کی پابندیوں میں رہ کر تجارتی کاروبار کی ہمیں اجازت دی گئی تھی ہم مسلمانوں نے آج اپنی منڈیوں اور بازاروں میں ان اصول و ضوابط کو بے دردی اور بے پرواہی کے ساتھ توڑا۔ اور اس غیر اسلامی تجارت ہی کی وجہ سے اشیائے ضرورت کی گرانی بے حد و حساب بڑھ گئی۔ اور عام غریبوں اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو شب و روز کی پریشانی لاحق ہے۔ خدائی قانون کے نہ ماننے والے ہندو جو تجارتی اصول و ضوابط میں چھوڑ گئے ہیں۔ ہمارے مسلمان تاجر بھی اپنی اصول و ضوابط اور تجارتی رسوم سے چٹے ہوئے ہیں۔ اور کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہیں بنکوں کے کاروبار نے اگر ایک پہلو سے فائدہ پہنچایا اور کچھ سہولتیں حاصل ہو گئیں تو دوسری طرف اس کے سود کے پہلو نے ہماری ساری معیشت کو گندا کر دیا ہے۔ اور سود دہ بری بلا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے لھوس صریح کی رد سے یہ اللہ و رسول کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ ناجائز ذخیرہ اندوزی۔ سٹے کا کاروبار (جو یقیناً ناجائز ہی ہے) اور اسی طرح دھوکہ اور فریب کی بہت سی صورتیں اس قسم کی نمایاں نمایاں ہیں جنہوں نے ہماری ساری تجارت کو غیر اسلامی۔ بلکہ خدا و رسول کے قوانین کے خلاف بغاوت پر مبنی کر دیا ہے۔ ہمارا یہ یقین کامل ہے کہ جب تک ہماری منڈیوں اور بازاروں میں اسلام قلم نہیں آتا۔ اور ہم تجارتی معاملات میں شرعی جائز و ناجائز کا خیال رکھ کر کاروبار شروع نہ کر دیں اس وقت تک کوئی بھی دوسری تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اور گرانی اور پریشانی کا یہ چکر یوں ہی چلتا رہے گا۔ ممکن ہے

ہمارا مختصر سا ادنیٰ طبقہ جو ذرا۔ اعلیٰ احکام۔ جاگیر داروں۔ بڑے بڑے کارخانہ داروں پر مشتمل ہے۔ مزدوریات زندگی کی گرانہی کی شدید تکلیف کو محسوس نہ کرتا ہو۔ کیونکہ ع تر اہست بظرافہ طوفاں چپا کہ
 شیخ سعدی کا پرانا مقولہ ہے۔ ان کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن عام لوگ سب کے سب پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور سکون و قلب منتفا ہے۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر شخص جیسے خود کو کوئی چیز خریدنی ہوتی ہے اور وہ اسے ہٹائی ملتی ہے تو شور برپا کرتا ہے۔ اور نفع اندوزی۔ احتکار۔ دھوکہ۔ فریب بے اصولی۔ ناجائز تجارت وغیرہ کے خلاف بولنے لگتا ہے۔ مگر جب وہ کوئی چیز خرید کر دھت کر لے لگتا ہے تو پھر خود ہی ان سارے امور کا ارتکاب کر کے کہشت کو تاپے کہ گھٹیا سے گھٹیا ماں ہٹنے سے ہٹنے کے دامن کسی کے حوالہ کر دے۔ بالکل ہر کے ناصح برائے دیگران ناصح خود باختم کم درجہاں کا مضمون ہے۔ ہم نے بار بار لکھا ہے اور اسے پھر بھی لکھیں گے کہ تمام خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ خدا اور رسول اور یوم آخرت بھرنے اور جان دار ایمان و یقین نہیں رہا۔ حیاء اللہ نہا کے متابع چند روزہ کے ساتھ محبت کی جڑیں ہمارے قلوب میں سانچ ہو گئی ہیں۔ اثارِ غیر خواہی۔ ہمدردی اور دوسرے نیک جنیت ختم ہو گئے۔ ہر ساری زندگی خالص مادہ پرستانہ ہو گئی ہے۔ ہاں تمام مصائب کو دور کرنے کے لئے نازہ ایمان و یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ایک ہر گز نظام تعلیم و تربیت، اور تبلیغ و ارشاد کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتا ہے اور یہ کام جس طرح علان و فضلًا اور قوم کے رہنماؤں کا ہے۔ موجودہ دور میں ان سے بڑھ کر ارباب اقتدار و اختیار کا ہے۔ مگر وہ اپنا اختیار جو خود ایمانی اور اخلاقی تعلیم و تربیت حاصل کر چکے ہوں (باتی و شہ پر)

اسلام اور ہمارا قانونی نظام

(ان عبد القادر سعودہ شہید رحمہ اللہ علیہ)

قسط نمبر

جہاد فرض ہے

اسلام کے دشمنوں سے جہاد اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جہاد میں ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی اور جدوجہد شامل ہے۔ قرآن مجید میں جہاد پر بار بار زور دیا گیا ہے اور بہت سی آیات میں پوری تفسیر کے ساتھ جہاد کا ذکر کیا گیا ہے۔

فقہا کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جہاد کن حالات میں فرض عین ہے۔ اور کن حالات میں فرض کفایہ ہے لیکن مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد بالاتفاق فرض عین ہے۔
(۱) جب لشکر اسلام اور لشکر کفار میدان جنگ میں باقاعدہ مورچہ بند ہو کر لڑیں۔ تو ایسی لڑائی میں آخر دم تک لڑنا فرض عین ہے۔ اور سہ سالہ لڑائی کی اجازت کے بغیر بڑھ پھیرنا حرام ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا (الانفال ۴۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب فِئۃ فَاثْبُتُوا (۴۵) کسی لشکر سے تمہاری ٹھہریٹھیر ہو جائے تو ڈٹ جا کر

(۲) جب امام معین کی طرف سے بغیر عام ہو جائے یعنی ہر قابل جنگ مرد کو لڑنے کی دعوت دے دی جائے تو ایسی صورت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا أَمَّا لَكُمْ اے وہ لوگوں! جو ایمان لائے

إِذَا قُتِلَ لَكُمْ تَقِيُّهُمُ (النساء ۷۵) ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں کچھ نہیں سبیل اللہ اِنَّا قُلْنَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ تَقِيُّهُمُ (النساء ۷۵) کہا جاتا ہے نکلوا اللہ کی راہ میں تو تم (النساء ۷۵) زمین کے ساتھ لگے جاؤ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

إِذَا اسْتَفْرَغْتُمْ فَاثْبُتُوا (النساء ۷۵) جب تمہیں نکلنے کے لئے کہا جائے تو نکلو۔

(۳) جب کفار کسی اسلامی ملک میں داخل ہونا چاہیں تو

وہاں کے تمام باشندوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہے وَتَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً (النساء ۷۵) اور اس سے بڑھ کر اور فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ بلاد اسلامیہ کفار کے زیر تسلط ہوں۔ فقہانے لکھا ہے کہ اگر کفار دارالاسلام کی کسی غیر آباد اور دیران جگہ پر بھی قافلے ہوں تب بھی ان کے خلاف جہاد فرض ہے۔ بعض فقہا کا خیال ہے کہ ملک کے اندر

کفار کے گھس آنے پر لوٹھوں، عورتوں، سرغینوں اور معذوروں پر بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بالعموم عورتوں کو اس خدمت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض

ہے۔ تو آپ نے فرمایا تھا جہاد لا قتال فیہ الحسم والعزم (عورتوں کے لئے ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں یعنی حج اور عمرہ)

جہاد کے لئے دائمی تیاری مسلمانوں پر صرف یہ فرض نہیں ہے

کہ وہ جنگ کی پہاڑ پر بیک کہیں اور موقع آنے پر قدم پیچھے نہ ہٹائیں۔ بلکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر وقت پہاڑ کے لئے آمادہ رہیں کیل کاٹنے سے نہیں رہیں۔ اور فوجی طاقت اس حد تک فراہم کر رکھیں کہ دشمن سرعوب رہے۔ اور مسلمانوں پر حکم کرنے کا خیال بھی ان کے دل میں نہ آنے پائے۔

وَاَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو خُذُوا لِحَدِّكُمْ فَاْلْفُؤُا اپنے بچاؤ کا سامان کر رکھو پھر نکلو ثَابِتْ وَاْنْفِرُوا جَمِيعًا اَللّٰہُ گروہ در گروہ یا نکلو سب کے سب (۲) وَاعْلَوْاْلْعَمْ مَسَا اور تیار کر رکھو جتنا تم کر سکتے ہو (سَدَقْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِہ گھوڑوں میں سے جن سے تم ڈراؤ گے عَدُوَّ اللّٰهِ وََعَدُوَّكُمْ وَ الْكُفْرَ اللّٰہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو مِّنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے اَللّٰہُ يَعْلَمُهُمْ (الانفال ۶) لوگوں کو جنہیں تم نہیں جانتے ہو اللہ جانتا ہے ان کو۔

اس لحاظ سے ہر وہ ساز و سامان اور ہر وہ تدبیر مسلمانوں کے لئے ضروری ہے جو ہماری جنگی قوت و بہارت میں اضافہ کرے جنگی تربیت، تیر، لاشی، توار اور نقشیں اسلحہ جات کا استعمال، جنگی گاڑیوں، ٹینکوں، ہوائی اور بحری جہازوں کو ملانا سب سے اہم ضمن میں آتا ہے۔ تیر کی اور شہسواروں کی ضرورت بھی اسی کے تحت آتی ہے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسلحہ سازی اور سامان حرب کی صنعت کا کام بھی مسلمان خود سرانجام دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

۱) اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ جالہ لکھ "قوت" جس کے پیدا کرنے کا حکم قرآن میں ہے تیر انداز

(۲) المسلم القوی خیل و اور نشانہ بازی ہے۔ طاقت ور احب الی اللہ من المسلم مسلم اللہ کے نزدیک زیادہ اچھا الضعیف اور پسندیدہ ہے یہ نسبت کمزور مسلم کے۔

(۳) اِنَّ اللّٰہَ یَدْخُلُ بِالْهَمِّ الوَاحِدَ ثَلَاثًا فی الْجَنَّةِ مَا تیر کے طفیل تین شخصوں کو جنت میں یَحْتَسِبُ فی صَنْعَةِ الْخَیْرِ - اس کے بنانیوالے کو جو خیر کی نیت سے اسے بنائے۔ اس کے استعمال کرنیوالے کو اور استعمال کے لئے دینے والے کو۔

(۴) اَرْمُوا اِلَکِبَادًا تَرْمُوا نشانہ بازی اور شہسوار کی پھو اور احب الی من ان تو کبھا۔ من مجھے تمہاری نشانہ بازی شہسواروں سے علم الہامی شد تو کذہ فلیس زیادہ پسند ہے جس نے تیر اندازی متا۔ پسک کر اسے ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں (۵) سَتَفْتَحُ عَلَکُمْ اَرْضًا تم کئی ملک کو فتح کر دے اور اللہ دیکھو کہ اللہ فلا یجزع احداً تمہارے لئے کافی ہوگا پس تیر ان یلہو پسہمہ اندازی نہ چھوڑنا۔

علا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ پہلے پھوڑوی۔ اور اونٹوں گھوڑوں کی دوڑوں میں شریک ہوتے۔ اپنے سامنے ان کے مقابلے کرائے۔ اور ایسے مشاغل کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

ایک مرتبہ تیر انداز دائے ایک مقابلہ میں آپ ایک فریق میں شامل ہوئے۔ تو دوسرے فریق نے عرض کیا "ہم اس گروہ پر کیسے تیر چلائیں جس میں آپ ہیں" آپ نے فرمایا :-

اور مواد انا معکم کلکم | تم تیرا ملاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں
آپ کے عمل سے گشتی اور تیر اندازی بھی ثابت ہے۔

اجر جہاد | اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کے عوض میں اجر عظیم
کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی
جوئی قرار دیا ہے۔ (وذروہ سنا مہ الجہاد) اجر جہاد
سے متعلق آیات قرآنی میں سے چند آیات یہ ہیں۔

(۱) ان الذین امنوا والذین
ہا جہاد و جہاد و نہ
سبیل اللہ اولئک
یرجون رحمۃ اللہ (البقرہ ۱۷۸) کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

(۲) الذین امنوا وھا جہاد
و جہاد وافی سبیل اللہ
باموالہم و انفسہم اعظم
عند اللہ و اولئک ہم الفائز
(التوبہ ۲۰) وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور
جنہوں نے ہجرت اور جہاد کیا ہے
اللہ کے رستے میں اپنے مالوں
سے اور اپنی جانوں سے وہ بہت
بڑھ کر درجے میں اللہ کے ہاں ہیں

(۳) لئن قتلتم فی سبیل اللہ
او متہم بغفۃ من اللہ ورحمۃ
خیومنا یجمعون (آل عمران ۱۵۷)
اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں
یا مر گئے تو مغفرت اللہ کی طرف سے
اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ
جمع کرتے ہیں۔

لا تَحِبُّواَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا فِی
سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَالُہُمْ اَحْیَاءٌ
عِنْدَ رَبِّہُمْ یُؤْتُوْنَہُمْ اَزْوَاجًا
مِثْلَ مَا کَانُوْا عَلَیْہِمْ
مِثْلَ مَا کَانُوْا عَلَیْہِمْ
دے جاتے ہیں۔

(۴) فالذین ھا جہاد و اٰخروہ
من دیا و ہمد و اٰذ و اٰت
پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کا اور
نکالے گئے اپنے گھروں سے اور

سَبِیْلِہِمْ قَاتَلُوْا و قَتِلُوْا
لَا کُفْرَ فِیْہُمْ سَبَّ اَتَبَہُمْ
وَلَا دَخَلَتْہُمْ جَنّٰتٌ بَٰجَیْ
مِنْ تَحْتِہُمْ اِلَّا نَہٰدُوْا اٰیَا
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰہُ عِنْدَ کَا
حَسْبُ (الشّوَاب (آل عمران ۱۹۵) سنا تے گئے میری راہ میں اور لوٹے
اور مارے گئے۔ میں ضرور ان
کی برائیاں دور کر دوں گا اور
ضرور داخل کروں گا انہیں باغات
میں۔ جاری میں جن کے نیچے نہریں
بطور اجر اللہ کی طرف سے اور

اللہ کے پاس ہے اچھا بدلہ
(۵) اِنَّ اللّٰہَ اشَدُّ حَرَمًا
الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسُہُمْ وَا
اَمْوَالُہُمْ بِاَنَّ اَہْلَ الْجَنَّةِ
یَقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
فَیَقْتُلُوْنَ وَاَوْفَی اللّٰہُ
نہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-
کیا تم کو سب سے بہتر انسان کی خبر نہ
قال علی یا رسول اللہ قال
رجل یسک بد اس فرسہ
فی سبیل اللہ حتی یموت
او یقتل
یہاں تک کہ وہ مر جائے یا پھر مارا
جائے مطلب یہ کہ ہر وقت فی
سبیل اللہ قتال کیلئے یا سبیل تیار رکھنا ہے

(۱) لَا اُحِبُّ کُمْ یٰ خَیْرَ النَّاسِ
قال علی یا رسول اللہ قال
رجل یسک بد اس فرسہ
فی سبیل اللہ حتی یموت
او یقتل
یہاں تک کہ وہ مر جائے یا پھر مارا
جائے مطلب یہ کہ ہر وقت فی
سبیل اللہ قتال کیلئے یا سبیل تیار رکھنا ہے

(۲) رباط یوم فی سبیل اللہ
خیر من الف یوم فی ماسواہ
من المنازل
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کا
پہرہ دوسری منازل کے ایک
ہزار دن سے زیادہ بہتر ہے۔
اس مضمون کی آیات اور احادیث بہت زیادہ ہیں۔ ایک مومن کے

اس مضمون کی آیات اور احادیث بہت زیادہ ہیں۔ ایک مومن کے

کے لئے مسند جہاد کی یاد دہانی کے لئے اس قدر بھی کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ
ہم پر صادق اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۹۳۶ء کا معاہدہ
مصر ۱۹۱۹ء سے اپنی آزادی کے
لئے کوشاں ہے۔ سولہ سال تک

انگریزوں سے بھیک مانگتے رہنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں انگریز
”ادراہ نویش“ ایک معاہدہ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ جسے
”معاہدہ شرف و استقلال“ کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ
ہے کہ یہ سادہ لوحی اور درلیوزہ گیری کا بدترین مظاہرہ ہے۔

اس معاہدے کی رو سے دراصل ہم نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہماری
آزادی کے پاسبان اور اجارہ دار انگریز ہیں۔ بعد کے تجربے
نے بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ معاہدہ ایک شراب اور اسم بے معنی
سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس معاہدے میں جو جو شرائط ہمارے
حق میں کچھ بھی مفید ہو سکتی تھیں انگریزوں نے انہیں ایک ایک
کر کے توڑا ہے۔ مثلاً اس میں ایک شرط یہ تھی کہ انگریز ہمارے

داخلی معاملات میں دخل نہیں دیں گے۔ اس شرط کی نمایاں ترین مثال
یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں انگریزوں نے مصر سے الاخوان
المسلمون کو خلاف قانون قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ معاہدے کی ایک
شرط یہ تھی کہ اگر ایک فریق کی کسی ملک سے جنگ ہو تو دوسرا اس کی
مدد کرے گا۔ ہم نے انہیں جنگ میں ہر طرح کی امداد دی، مگر جب
یہودیوں سے ہماری لڑائی کی نوبت آئی تو انگریزوں نے وعدہ
کر لینے کے باوجود اسلحہ قیما دینے سے بھی انکار کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں
مصریوں کے اندر انگریزوں کے خلاف شدید جذبات مشتعل ہو چکے
تھے۔ اور مصر میں انگریزی اثر و نفوذ کا خاتمہ بالکل قریب نظر آ رہا
تھا۔ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں سب سے زیادہ حصہ
الاخوان کا تھا۔ انگریزوں نے دوبارہ حکومت مصر کو ان کے خلاف
ابھارنا اور استعمال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ حکومت
دشمن کے خلاف زور آزمائی کرتی انہیں چھوڑ کر اس نے اپنے بھائیوں
کو ظلم و ستم اور تعذیب کا نشانہ بنایا انہیں جیلوں میں ٹھونس لیا اور ان کی
جانی مال اور تبرہ پر ایسے وحشیانہ حملے کئے گئے کہ انسان اس تصور کو نہ جانتا

ملا جناب عبدالقادر عودہ شہید کے قلم سے آپ نے اجمالی طور پر انگریزوں کے خلاف یہ چند زوردار جملے پڑھ لئے۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان
سفراء کے سینوں میں انگریزوں کی مخالفت کی آگ کس طرح بجھوک رہی ہے۔ اور ان کے قلوب انگریزوں کے ساتھ بغض و عداوت سے کس طرح کوٹی کوٹی کر
بھرے ہوئے ہیں۔ اور انگریزوں ہی نے متعدد بار یکوشش کی کہ الاخوان کو دبا اور مٹا دیا جائے۔ اخوان کو ستانا۔ سزا میں دینا اور مصر اور دیگر اسلامی
ممالک سے ان کے اثرات کو ختم کرنا انگریزی سیاست کا خاص منشا تھا۔ اور اس کے لئے حکومت مصر کو بار بار آمادہ کیا گیا۔ فاروق کے دور میں بھی انگریز
پرہیز اور نفیس پرہیز و زرائے ان مجاہدین اسلام کو مبتلائے آلام و معائب رکھا۔ حتیٰ کہ ان کے مرشد عام حسن البنا رحمۃ اللہ تعالیٰ کو
ایک سازش کے ماتحت شہید کر دیا گیا۔ اور پھر جب ان مجاہدوں کی کوششوں سے مصر میں انقلاب ہوا۔ اور فاروق کی جگہ انقلابی کونسل نے
قبضہ جمایا تو کرنل ناصر اور صلاح سالم جیسے مغرب زدہ اور آزاد فاش فوجی افسروں نے ان کے وجود کو اپنی من مانی کاروائیوں کے لئے
رکاوٹ سمجھا اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ محض انگریزی اور امریکی سیاست کی انگلیت پر نامرے الاخوان کو ظالمانہ طریقوں سے مٹانے کا ہم
شروع کی۔ کیوں کہ انگریزوں اور امریکہ کو یہ یقین تھا کہ اخوان کے ہوتے ہوئے مصر میں ہماری سیاست کامیاب نہیں ہو سکتی رہا یہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴)

عبدالقادر عودہؒ کے مندرجہ بالا مضمون کے انداز بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ ہے کہ ان حضرات کے ہاں انگریز قوم نہایت مبغوض تھی۔ ناصر سے کشمکش کی ابتدا ہوئی بھی اس بات سے کہ اس وقت ہنر صونہ کے بارے میں ناصر انگریزوں کے ساتھ جو معاہدہ کر رہا تھا اس میں انگریز کی بالادستی اور انگریزی مفاد کو خاص طور سے ملحوظ رکھا گیا تھا۔ اور انخوان کو یہی چیز منظور نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے اس معاہدہ پر تنقید و تبصرہ کرنا شروع کر دیا ناصر کے مزاج میں ترقی و مرغوبیت تو موجود ہے۔ اس کو اس پر غصہ آیا کہ سرزمین مصر میں میری رائے کے خلاف کسی اور کو بولنے کا حق کیا ہے۔ یہاں کے سیاہ و سپید کا تو میں مالک ہوں۔ اپنے خصوصی مزاج کی وجہ سے غضب ناک تو وہ ہو گیا تھا۔ انگریزوں نے اپنی مشہور عالم سیاست کاری سے کام لے کر اس کو اور بھی مبہوت الحواس کر دیا۔ اور پھر اس نے جوش غضب میں وہ وہ مظالم ابر باکئے۔ کہ سو فیصد روس کے سوا شاید دنیا میں اور کہیں بھی ایسے مظالم آج تک روا نہیں رکھے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ الاخوان المسلمون کا جو ذہن تھا اور جس کی جھلک آپ اس مقالہ میں دیکھ رہے ہیں انگریزوں ہی نے اس کی بنیاد پر ان کو دشمن سمجھا اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کرنل ناصر نے انگریزوں کا ہتھیار پورا کر کے اور ان کی سیاست کو کامیاب کر کے دنیا اور آخرت کی رسوائی مول لی۔ یقیناً بہت بڑے ظالم ہیں وہ لوگ، اور ان کو میدان محشر کی جواب دہی سے ڈنسا چاہیے۔ جو الاخوان پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ انگریزوں کی حمایت میں تھے۔ اور اس لئے ان کو ناصر نے دبا یا اور مٹایا ہے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹ اور اس سے زیادہ ردیل قسم کا الزام و اتہام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ انگریزوں اور امریکہ سے خود ناصر کی کشمکش تو بعد میں پیدا ہوئی۔ جب کہ اس نے خود محسوس کیا کہ یہ استعماری قوتیں کبھی بھی ہمارے شیر خواہی نہیں کرتیں۔ اور روس نے اسکو دے کر اسے قابو کر دیا۔ اور اب ظاہر ہے کہ وہ روس کی گود میں ہے۔ اور مصر میں مصری ڈپلومیسی چل رہی ہے۔ الاخوان - انگریزوں اور امریکہ کی طرح روس کے بھی دشمن ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو کفر و الحاد کے دشمن ہیں۔ اور کفر و الحاد اور ظلم و جور میں روس ان دونوں سے کچھ کم نہیں بلکہ بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ عبدالقادر عودہؒ تو جام شہادت نوش فرما چکے۔ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اعلیٰ علیین میں بلند و ارح عطا فرمائے۔ لیکن ہزاروں انخوانی و انخوانہ بھی مختلف جیلوں اور صحراؤں میں قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ اور ناصر کے مظالم کا تختہ مشق بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم کرے۔

مکوہ مظالم سے نجات عطا فرمائے۔ (دمتق)

بقیہ شذرات

اس لئے ضروری ہے کہ ملک کے ذرائع و وسائل سے صحیح کام لینے کے لئے اقتدار اختیار۔ اور قوم کے لئے مفید خدمت سرانجام دینے کا کام ایسے لوگوں کے حوالہ کر دیا جائے جو خدا یا کامل، عمل صالح اور اخلاق حسنہ کے ذریعہ ہر راستہ ہوں۔ اگر قوم موجودہ حالات کی اصلاح چاہتی ہے۔ تو اس کے لئے موجودہ حالات میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔

تو خود حدیث مفصل تجوال اربین میں

اسلامی ریاست

اسلامی معاشرہ اور اسلامی قومیت

(از مولانا امین احسن اصلاحی (قسط ۳)

اسی طرح نسل و
نسب اور زبان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان برائت

اور وطن کے اشتراک سے بنی ہوئی ایک قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی تھی۔ اور انہیں بھی اس قوم سے گہری محبت تھی۔ لیکن اس محبت کے باوجود وہ اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ان عناصر سے بنی ہوئی کسی قوم کے اندر وہ اپنی زندگی گزارتے رہیں۔ یا اس کے اوپر اپنی لیڈری جمانے کے خواب دکھیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی اس قوم کو ان غلط بنیادوں سے ہٹا کر توحید اور خالص خدا پرستی کی بنیاد پر منظم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب قوم نے ان کی بات نہ مانی۔ تو وہ سب کو چھوڑ کر ایک دوسری سرزمین کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اپنی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے برگ و گیاہ صحرا میں بسایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ ان کی نسل سے وہ اپنی ایک فرمانبرداری امت اٹھائے۔ جس کی تعمیر نسل و نسب اور زبان و وطن کے بجائے خالص توحید اور خدا پرستی کی بنیاد پر ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑنے وقت جو الفاظ فرمائے ہیں وہ قرآن مجید میں جس طرح نقل ہوئے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے :-

تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کے روئے

میں ایک اچھی مثال ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بالکل بے تعلق ہیں۔ ہم نے تمہارے دین کا انکار کیا۔ اور تمہارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک کے لئے عداوت اور دشمنی آشکارا ہو گئی۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ (متحدہ)

مذکورہ آیت میں یہ بات خاص طور پر غلط رکھنے کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے دیکھتے ہی سے بیڑی کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ خود قوم سے بھی کامل بے تعلق کا اعلان کر دیا۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ان تعلقات کی بجائے ایک واحد شرط ہے کہ تم ایک ہی اللہ پر ایمان لاؤ۔ یہ اس بات کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ وہ نہ تو کسی ایسی قومیت کا تصور رکھتے تھے جس میں دین کو بالکل ازبخت کھسک کر محض نسلی اور وطنی عوامل کی مدد سے ایک قومیت کا کتبہ چھوڑ لیا جائے۔ اور نہ وہ کسی غلط دین پر قومیت کی شیرازہ بندی کا کوئی تصور رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسٹوڈنٹ
انجی کوڑم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

جس قوم کے اندر ہوتی تھی وہ نسلی اور نسبی عصبيت کے اعتبار سے دنیا کی ایک ممتاز ترین قوم تھی۔ اس کو اپنی زبان پر بڑا فخر تھا۔ اس کو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس وطن سے نہایت گہری محبت تھی لیکن آپ نے اسلام کے لئے محبوب وطن کو چھوڑا۔ اور یہ کہہ کر چھوڑا کہ اے ملکہ؟ تو مجھے دنیا کی ہر جگہ سے زیادہ عزیز ہے لیکن کیا کر دل تیرے فرزند تجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ یہ گویا حضور کی طرف سے اس حقیقت کا ایک علی اعلان تھا۔ کہ وطن بڑی چیز ہے لیکن بھر بھی اس کا یہ درجہ نہیں کہ ایمان اور عقیدہ کو بھی اس کے تابع کر دیا جائے۔

آپ کی قوم کو اپنی روایات پر بھی بڑا ناز تھا۔ اور ان روایات کو بھی ان کی قومی شیرازہ بندی میں بڑا دخل تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں تمام غلط روایات کا یہ فرما کر خاتمہ کر دیا۔ کہ :-

یاد رکھو جاہلیت کے تمہارے تمام معانہ خرا اور خون اور مال کے تمام دعوے آج میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔

نسل و نسب اور زبان اور وطن سے بنی ہوئی قومیتوں میں ساری اہمیت اپنی چیزوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اور قوم کے ہر فرد سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ان کی محبت کے نشے میں اس طرح مرشدا رہے کہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی نہ سن سکے۔ اور جب کبھی ان پر کوئی تہنہ آتے دیکھے تو ان کی حیثیت و حمایت میں مرنے اور مارنے کے لئے تیار ہو جائے۔ عربی زبان میں اسی چیز کو عصبیت کہتے ہیں۔ اور کسی قومیت کا استحکام اسی عصبیت پر منحصر ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت کا بھی یہ اعلان کر کے خاتمہ کر دیا کہ :-

”جو عصبیت پر مرادہ ہم میں سے نہیں ہے۔ میں نے عصبیت کا نعرہ لگایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو کسی عصبیت کے تحت مرادہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

اپنے وطن پر بھی بڑا ناز تھا۔ اپنی روایات اور اپنے دین پرستی کے ساتھ بھی اس کو شوق تھا۔ اور اپنی عناصر سے اس کی عربی قومیت کی شیرازہ بندی ہوئی تھی۔ یہ چیزیں اہل عرب کے رنگ و ریشے میں اس طرح مراثیت کئے ہوئے تھیں کہ ان کے اندر ان چیزوں کا سہارا لئے بغیر کسی بڑے سے بڑے لیڈر کے لئے بھی کوئی اصلاح کا کام کرنا ممکن نہ تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے انتہائی محبت رکھنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کا کوئی سہارا نہیں لیا بلکہ آپ کی دعوت کی پہلی ہی صدا عربی قومیت کے ان تمام عناصر کے لئے ایک ضرب کاری کا حکم رکھتی تھی۔

آپ کی قوم کا تو بانی دین بت پرستی تھا۔ اور اس دین کو ان کی شیرازہ بندی میں بڑا دخل تھا۔ آپ نے اپنے مختلف اعلانات کے ذریعے اس پندار کو بھی خاتمہ کر دیا۔ اس بارے میں قرآنی مجید کی آیتوں کے ترجمے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ یہاں چند حدیثوں کے ترجمے پیش کرتے ہیں۔

(۱) نہ کسی عربی کو کسی غیبی پر فضیلت ہے اور نہ کسی غیبی کو عربی پر نہ تم سب یکساں آدم کی اولاد ہو (بخاری و مسلم)

(۲) نہ کسی عربی کو غیبی پر فضیلت ہے۔ اور نہ کسی غیبی کو کسی عربی پر۔ نہ کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر۔ اگر فضیلت ہے تو تقویٰ کی بنا پر (زاد المجلد)

(۳) اے قوم قریش! اللہ نے تمہاری جاہلیت کی نجات اور باپ دادا پر تمہارے گھمنڈ کو ختم کر دیا۔

آپ کی قوم کو اپنے وطن سے بھی بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اور ان کی شیرازہ بندی میں اس کی عظمت و محبت کو بھی بڑا دخل تھا۔ خود

یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اقدامات پر نسلی اور وطنی قومیت کے علم بردار برابر چراغ پا ہوتے رہے۔ اور آپ کو قوم دشمنی اور انتشار پسندی کے طعنے دے دے کر اس کے برے نتائج سے آپ کو ڈراتے بھی رہے لیکن حضور نے ان کی سستی آن سستی کر دی۔ اور برابر ایمان و عقیدہ کی بنیاد پر ایک نئے معاشرہ کی تعمیر میں لگے رہے۔

مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی قریش اس کو برابر انتشار پسندی اور تخریب سے تعبیر کرتے رہے۔ اس کے بعد جب حضور نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ تو قریش نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسروں سے جاملار اور جو شخص اپنی قوم کو چھوڑتا ہے۔ بالآخر اس کی حرکات کے رہتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر قریش آپ کو "اتبر" کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ خدا کے لئے قوم کو چھوڑتے ہیں وہ اتبر نہیں ہوتے۔ اتبر وہ ہوتے ہیں جو قوم کے لئے خدا کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد جب بدر کا معرکہ پیش آیا اور قریش نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دین اور عقیدہ کے سوال نے فی الواقع قریش کو قریش ہی کے خلاف صف آرا کر دیا ہے تو اب وہیں جو قریشی قومیت کا سب سے بڑا علم بردار تھا یہ منظر دیکھ کر بوکھلا اٹھا۔ اور اس نے اسی وقت لاکار کے یہ دعا کی کہ "اے خدا جس نے اس قلعہ رحم کی بنا ڈالی ہے تو اس کو شکست دینا" اگرچہ اللہ تعالیٰ کو رحم کی پاس داری جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں نہایت پسند ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حقوق رحم کے حقوق سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں۔ اس وجہ سے اس نے ان لوگوں کو فتح دی۔ جو اللہ کے دین کے لئے رحم اور نسب کے سارے رواج سے بے پروا ہو گئے تھے۔ اور ان لوگوں کو اس معرکے

میں شکست ہوئی۔ جو نسل و نسب کے تعصبات کے چھپے خدا کو بھول بیٹھے تھے۔ الغرض اپنی قوم کی تمام مخالفتوں کے باوجود آپ نے ایک معاشرہ قائم کر دیا۔ جس میں نسل اور وطن کے بجائے تمام اہمیت ایمان اور عقیدہ کو حاصل ہوئی۔ جس میں ایک حبشی یا ایک رومی کے لئے تو اونچی سے اونچی جگہ تھی۔ اگر وہ اللہ کے دین کو اپنالے۔ لیکن ایک قریشی اور ہاشمی کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں تھی اگر وہ خدا کے دین کو نہ مانے۔ ایمان اور عقیدہ کی اساس پر قائم ہونے والے اس معاشرہ میں نسلی اور وطنی عوامل کی جگہ ہجرت اور نصرت کے عوامل نے کام کیا۔ جو لوگ اپنی قوم اور اپنے وطن کے اندر اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کو یہ حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم اور اپنے وطن کو چھوڑ کر وہاں ہجرت کر جائیں جہاں کی فضا ان کے دین و ایمان کے لئے سازگار ہے۔ اور جو لوگ اپنے دلوں کی طرح اپنے ماحول کو بھی ایمان و اسلام کے نور سے منور کر چکے تھے ان کو یہ حکم ہوا کہ وہ اپنے ان دینی بھائیوں کی ہر طرح مدد کریں۔ جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئیں۔ ہجرت کرنے والوں نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور اپنے اس وطن کو چھوڑا جس کے اندر وہ اپنے دین کے سبب سے بیگانہ بن کر رہ گئے تھے۔ اور ان لوگوں کو اپنا بھائی اور عزیز بنایا جو دین میں ان کے شریک بن چکے تھے۔ مدد کرنے والوں نے اپنے ان عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑا جن سے وہ خون اور نسب اور ہم وطنی کے رشتے رکھتے تھے۔ لیکن دین میں ان سے مختلف ہو گئے تھے۔ اور ان کو چھوڑ کر ساری محبتیں اور ساری جان شنایا ان لوگوں کے لئے وقف کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جن سے اگرچہ وہ خون اور ہم وطنی کا اشتراک نہیں رکھتے تھے۔ لیکن

پسند ہیں۔ اگر یہ تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ اور اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ (۲۳-۲۴ توبہ)

جو لوگ ایمان لائے۔ ہجرت کی۔ اور مال اور جان سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی۔ یہی لوگ ایک دوسرے کے عزیز و رفیق ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تو لائے پر انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے ادھر ان کی نصرت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ جیت تک وہ ہجرت نہ کریں۔ (۷۲- انفال)

جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص قوم کے لوگ اور آپ سے اخوت و رشتہ داری اور ہم وطنی کے تمام روابط رکھتے تھے اس نئے معاشرہ میں ان کے لئے بھی اس وقت تک کوئی جگہ نہیں تسلیم کی گئی جب تک وہ توبہ اور اصلاح کر کے اس معاشرہ کے بنیادی اصولوں کی پابندی کا اعلان نہ کریں۔ فرمایا:-

”پس اگر وہ توبہ کریں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تب وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“ (۱۱- توبہ)

اس معاشرے کے اندر ایمانی و اسلامی اقدار کو اتنی اہمیت حاصل ہوئی کہ اس میں ہر گھس آنے والے کو، وہ کسی تحریک کے تحت گھس رہا ہو، جگہ نہیں دی گئی۔ بلکہ صرف اپنی لوگوں کو جگہ دی گئی جن کو صرف ایمان و اسلام کی کشش نے دوسروں سے کھٹے اور اس کے اندر داخل ہونے پر آمادہ کیا ہو۔ قرآن کا یہ حکم ملاحظہ ہو:-

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس مومنہ عورتیں ہجرت

ایمان و اسلام کے رشتے نے اب ان کو ایک کر دیا تھا۔ اس ہجرت اور نصرت نے ایک نئے معاشرہ کی بنیاد رکھ دی۔ ہمارے اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا نہایت گہرا تعلق قائم ہو گیا انصار نے اپنے ہمارے بھائیوں کے لئے ایشار اور قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں جن کی نظیر خونی اور نسبی رشتوں میں ملنی مشکل تھی لوگوں نے اپنی جائیدادوں اور اپنے کاروبار میں اپنے ہمارے بھائیوں کو برابر کا شریک بنادیا۔ بعضوں نے جن کے نکاح میں ایک سے زیادہ بیویاں تھیں اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دی کہ ان کا ہاجر بھائی اس سے نکاح کر لے۔ اس دینی مواخات کو ایک خاص زمانہ تک صرف اخلاقی ہی حیثیت حاصل نہیں رہی بلکہ اس کی ایک شرعی اور قانونی حیثیت بھی تقسیم وراثت تک میں اس کا لحاظ ہوتا تھا۔

جو مسلمان کسی غلط ماحول میں اگرچہ وہ اس کا وطن ہی ہو گھرا ہوا تھا اس کے لئے از روئے شرح یہ ضروری ہوا کہ وہ اس غلط ماحول سے نکل کر اس صالح معاشرہ میں شامل ہو جائے۔ اور اگر وہ بغیر کسی شدید مجبوری کے اس سے گریز اختیار کرتا تو وہ منافق شمار ہوتا۔ اور مسلمانوں پر سے اس کی نصرت و حمایت کی شرعی اور قانونی ذمہ داری ساقط ہو جاتی۔ اس سلسلے کے بعض احکام ملاحظہ ہوں۔

تم اپنے پاپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا عزیز و قریب نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ اور جو ان کو عزیز و قریب بنائیں گے تو وہی لوگ ظالموں میں سے ہوں گے۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے۔ وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو اندیشہ ہے۔ اور وہ مکان جو تمہیں

(بقیہ حصہ ۳)

حاصل کرنے کو زندگی کا ایک ضروری کام سمجھیں انشاء اللہ اس سے آپ کو وہ روشنی حاصل ہوگی جس سے آپ زندگی کے اس سفر میں اور دنیا کے اچھے ہوئے مسئلوں میں بہت کچھ روشنی حاصل کر سکیں گے۔ آفتاب کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ نہ اٹھانا خود اپنے پرہیزگار عالم ہے۔ آپ کے ملک کی عام چال و زبان اردو میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیم پر کافی لٹریچر موجود ہے اور تھوڑا بہت دوسری ملکی زبانوں میں بھی مل جاتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! اللہ کے پیغمبروں اور دوسرے روحانی ہادیوں میں صرف آپ کی ایک شخصیت ایسی ہے کہ آپ کی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات اور آپ کی تعلیم کو اتنی تفصیل سے اور ایسے مستند طریقہ سے تاریخ میں محفوظ کیا گیا ہے اور ایسا ریکارڈ کیا گیا ہے کہ میرے اور آپ کے لئے آج یہ باطل ملکی ہے کہ ہم بالکل اس طرح آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں جس طرح آپ کے پڑوسیوں اور آپ کے سنگ ساتھ والوں نے آپ کی زندگی میں کیا تھا۔ میں اس وقت بغیر کسی پردہ کے صاف کہتا ہوں بہتر سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی تعلیم سے متعلق جو متنازعہ تاریخی ذخیرہ موجود ہے میں خود جب اس کا مطالعہ کرتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ گو یا میں آپ کو اور آپ کے مشاغل اور آپ کے پورے ماحول کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور آپ کے ارشادات کو یا اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ اپنے بہت سے ان بزرگوں اور دکتوں کو جن کے قصے میرا ہنسنا ہنسا ہوا ہے انہیں نہیں جانتا تھا کہ متنازعہ تاریخ کے ذریعہ اپنے ہادی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا ہوں اور اس میں میری کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ آپ میں سے جو شخص بھی ایک نیک نیت کے ساتھ آپ کی تعلیم و سیرت کا مطالعہ کرے گا انشاء اللہ وہ ایسا ہی محسوس کرے گا۔ یہ بات میں اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی کہتا ہوں اور غیر مسلم بھائیوں سے بھی کہتا ہوں دنیا کی بہت بڑی غرومی ہے کہ ایسا اعلیٰ رہنما کی کارنامہ موجود دہوتے ہوئے صدم

کر کے آپس تو ان کو جانچو۔ اللہ ان کے ایمان سے اچھی طرح باخبر ہے۔ پس اگر تم ان کو مومنہ پاؤ تو ان کو کفار کی طرف نہ لوٹاؤ۔ اور تم کا قرہ عورتوں کی عصمتوں کو اپنے قبضہ میں نہ رکھو۔ (محمد)

اس معاشرہ کے اندر ایک زرخیز لونیڈی اگر وہ مسلم ہے اس شریف زادی پر ہزار درجہ ترجیح رکھتی تھی جو مشرک کہ ہو۔ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومنہ لونیڈی ایک مشرک شریف زادی سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ ہمیں کتنی ہی مہلی لگے۔ اور مشرکوں کے نکاح میں اپنی لوگیاں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ ہمیں کتنا ہی بھلا لگے۔ (۲۲۱ - بقرہ)

اس معاشرہ میں اخوت اور بھائی چارگی کی بنیاد خاندان یا وطن کے بجائے ایمان و اسلام کے رشتہ پر رکھی گئی۔

”اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں“

مسلمانوں کی تعریف یہ بیان کی گئی کہ وہ آپس میں رحم دل اور کریم النفس ہیں۔ برعکس اس کے اہل کفر کے لئے وہ سخت ہیں۔ ان کو یہ موقع نہیں دیتے کہ وہ ان کے اندر دراندازی کر سکیں یا ان کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کر سکیں۔

”محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔“ (۲۹ - فتح)

۲۴ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ آنکھیں دے گا کہ ان اور وہ دل کی سبب فرمائے جس سے ہم حقیقتوں کو صحیح طور سے دیکھ سکیں۔ سیکھ سکیں اور سمجھ کے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ وسلم علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوۂ حسنہ کے چند خاص گوشے

(از حضرت مولانا محمد منظور احمد نعانی ایڈیٹر الغفران)

حضرت مولانا نعانی مدظلہ العالی نے یہ تقریر ایک جلسہ سیرت میں کی تھی جس میں مسلمانوں کے علاوہ کچھ تعلیم یافتہ غیر مسلم حضرات بھی شریک تھے۔ اس تقریر میں بعض نہایت اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ معزوری ہے کہ سیرت النبی کے جلسوں میں اس انداز کی تعاریر کا جائز نہ کہ مسلمانوں کے لئے کچھ عملی ہدایات سامنے آئیں، اور وہ عمل کے میدان میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر دلوں جہان کی سعادتیں حاصل کر سکیں۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ حقیقی تعلق و عقیدت کی نشانی ہے۔ (صحافت)

وہدایت کے بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگتی ہیں۔ مگر اس حالت میں بھی اس نبی اور ہادی کے ساتھ ان کا اعتقادی اور جذباتی تعلق باقی رہتا ہے۔ اس دور میں وہ اس کی ضرورت محسوس کرتی ہیں۔ کہ اپنے اس جذباتی و اعتقادی تعلق کا کسی طرح مظاہرہ کریں اس کے لئے سب سے آسان راستہ ان کے نزدیک یہی ہوتا ہے کہ خاص خاص دنوں میں وہ ان کی یاد مانیں۔ چلے کریں۔ ان کے فضائل و مناقب اور کارنامے بیان کریں۔ اور نظم و نثر میں گویا ان کو خراج تحسین ادا کریں۔

آپ سب بھائی میری صاف گوئی معاف کریں میرے نزدیک ہمارے ان سیرتی اور میلادی جلسوں اور جلوسوں کی اصل حیثیت بس یہی ہے۔

اس وقت ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی گزارنے کے بارے میں جو احکام اور قوانین ہمارے لئے لائے تھے جو قرآن و حدیث میں آج بھی جوں کے توں محفوظ ہیں۔ ان کی پیروی اور پابندی تو ہم کرتے نہیں یعنی آپ کی بات ماننے اور آپ کی ہدایت پر چلنے کے لئے تو ہم تیار نہیں لیکن آپ کے ساتھ جو جذباتی اور اعتقادی تعلق

حضرات! پچھلے چند برسوں میں ہمارے ملک میں میلاد النبی اور سیرت النبی کے نام سے اس قسم کے جلسوں کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے آپ سب حضرات پر یہ بات واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس قسم کے جلسوں کی افادیت کا قائل نہیں ہوں۔ بلکہ ان کو احمیت کے زوال و انحطاط کی علامت سمجھتا ہوں۔ اور یہ کوئی گہرا اور باریک علمی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ بہت موٹی سی بات ہے۔ جس کو اگر سمجھنا چاہیں تو آپ بھی میری طرح آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی امتوں کے دود در ہوتے ہیں۔ ایک وہ جب کہ وہ ان کے راستہ پر چلتی ہیں۔ اور ان کی تعلیم و ہدایت کے مطابق زندگی گذارتی ہیں اس وقت ان کو اس کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ وہ مصنوعی اور بناوٹی طریقوں سے اپنے نبی اور ہادی کے ساتھ اپنی عقیدت اور اپنا تعلق ظاہر کریں۔ کیوں کہ اس دور میں ان کا ہر عمل بلکہ ان کا بیٹھا اٹھنا اور سونا جاگنا اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

دوسرا دور ان امتوں اور قوموں کا وہ ہوتا ہے جب کہ یہ اپنے ہادی اور پیغمبر کے طریقہ پر چلنا چھوڑ دیتی ہیں۔ اور اس کی تعلیم

اور جلوسوں کی ضرورت نہیں سمجھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا تعلق۔ ان کے عمل اور ان کی زندگی سے ظاہر ہوتا تھا۔ اور اس وقت دنیا ان کو دیکھ کر اور بہت کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھٹھک ٹھٹھک پہچانی تھی۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ تم اور زندگی کے بجائے بس زبانی مجمع خریج سے اپنی امت کا ثبوت دیں۔ اور اسلام کے مجاہدوں میں اپنے نام لکھوائیں۔ میرے محترم بزرگوار اور بھائیو! میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ پوری صفائی سے یہ بات آپ کے سامنے کہہ دوں کہ اللہ کے نزدیک اور دنیا والوں کے نزدیک بھی اصل چیز عمل اور زندگی ہے۔ اور ہمارا آپ کا یہ زبانی مجمع خریج۔ یہ جیسے جلوس اپنے اندر کوئی قیمت اور کوئی طاقت اور افادیت نہیں رکھتے اور یہ کسی طرح بھی ہماری گتھنگارہ زندگی کا گنوارہ نہیں بن سکتے۔ یہ بھی سرا سردھوکا ہے۔ کہ ان طریقوں سے ہم دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح تعارف کرا سکتے ہیں۔ آپ کے صحیح تعارف کی صورت صرف یہ ہے کہ آپ کے نام لیا آپ کے طریقہ پر عمل کر اور آپ کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق ایمان داری اور راست بازی۔ عبادت گزاری اور پاکبازی کی زندگی کا نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آئیں۔ اور دکھائیں کہ ہمارے ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک اور حسین زندگی کا پیغام لے کر آئے تھے۔

میرے بھائیو! عمل اور زندگی کے بغیر زبان اور قلم کی ہماری ساری اشتہار بازی اور سارے یہ مظاہر بالکل بے اثر ہیں۔

میری یہ بات آپ میں سے بہت سوں کو یقیناً ناگوار بھی ہوتی ہوگی لیکن میں اس پر کسی معذرت کی ضرورت نہیں

باقی ہے اس کے مظاہرہ کے لئے ہم نے یہ جلسے اور جلوس ایجاد کر لیے ہیں۔ ان میں تفریح بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے تعلق کا ایک سستا اور دل خوش کن مظاہرہ بھی ہے۔ گویا اس وقت ہم مسلمانوں کی پوزیشن یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ تعلیم اور آپ کی متھ میں روح ہم کو پکار رہی ہے کہ اے میرا نام لینے والو! مجھ سے تعلق اور محبت کا دعویٰ کرنے والو! ایماندار بنو! اللہ کے عبادت گزار بنو! معاملات میں سچے اور دیانت دار بنو! ہر قسم کے فسق و فجور اور فواحش و منکرات سے بچو۔ اور پرہیزگار بنو۔ اور ہم مسلمانوں کا جواب اپنے طرز عمل اور اپنے حال سے یہ ہے کہ خدو یہ سب تو بہت مشکل ہے۔ ہاں ہم آپ کے یوم ولادت کا جشن منائیں گے۔ شان دار جلسے کریں گے۔ کئی کئی میل لمبے جلوس نکالیں گے۔ اور آپ کے پاک نام کے خوب زور زور سے نعرے لگائیں گے۔ اور عیسائیوں، ہندوؤں وغیرہ دنیا کی ساری قبول کو اس رسد الہی میں مات دے دیں گے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ میری اس بات پر آپ میں سے بہت سے بھائیوں کو سخت غصہ آیا ہوگا۔ لیکن خدا کے لئے سوچئے کہ ہماری موجودہ زندگی کے ساتھ ہمارے یہ جلسے اور مظاہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے صحیح ایمانی تعلق کی نشانی ہیں یا ان کے ذریعہ ہم دنیا کو اور خود اپنے نفسوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

آپ میں سے جو بڑھے لکھے بھائی اپنی تاریخ کے بارے میں کچھ بھی جانتے ہوں گے۔ وہ اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ جب تک مسلمان اپنی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے پابند تھے اور سچے مسلمانوں کی طرح آپ کے طریقہ پر چلتے تھے انہوں نے کبھی اس قسم کے شان دار جلسوں.....

بتلایا ہے اس میں توحید کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کا تعلق انسان کی زندگی سے بہت گہرا ہے۔ اس لئے میں سب سے پہلے اس مسئلہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اپنی بات تو غالباً آپ سب ہی جانتے ہوں گے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی تعلیم یہ کہہ کر ختم نہیں کر دی کہ خدا ایک ہے یا اس کائنات کا پیدا کرنے والا بس ایک ہے۔ بلکہ آپ نے بتلایا کہ سب کا پالنے والا اور سب کے لئے روزی اور زندگی کی دوسری ضروریات مہیا کرنے والا بھی وہی ایک ہے۔ ہر ایک کا اور ہر قسم کا بناؤ بگاڑ، نفع نقصان، تندرستی اور بیماری، موت اور حیات سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ اس کے سوا کسی کے قبضہ و اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ اور صرف وہی ایک ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں۔ کائنات کے اس سارے کارخانے کو وہ اکیسلا ہی چلا رہا ہے۔ زمین و آسمان پر صرف اسی کی فرمانبرداری ہے۔ اور صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی وحدہ لا شریک ہے نہ اپنے افعال میں بھی وحدہ لا شریک ہے۔ لہذا عبادت اور بندگی بھی صرف اسی کا حق ہے۔ اور جو لوگ عبادت اور بندگی میں یا اس کی صفات اور اس کے افعال میں کسی اور کی بھی شرکت مانتے ہیں۔ وہ بڑے ظالم اور بڑے پاپی ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اس کے در کو چھوڑ کر کسی اور در کے بھکاری بنتے ہیں۔ اور اپنی حاجتوں اور ضرورتوں میں کسی اور سے دعائیں کرتے ہیں۔ وہ بڑے گمراہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم اتنی مشہور و

سمجھتا۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر اور اپنی ذمہ داری محسوس کر کے یہ بات کہی ہے۔ اگر میں یہ بات نہ کہتا تو خیانت کا مجرم ہوتا خدا کرے آپ حضرات میری اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اب میں اس موضوع پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو دراصل آپ کے اس جلسہ کا موضوع ہے۔ اور جس پر سننے کے آپ منتظر ہوں گے۔

اس وقت کے مجمع کی خاص نوعیت کے لحاظ سے میں یہ زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر کوئی مسلسل اور مرتب تقریر کرنے کی بجائے آپ کی تعلیم اور زندگی کے بعض خاص اور اہم شعبوں سے متعلق کچھ متفرق باتیں عرض کروں۔ گو اس وقت کی میری تقریر کی حیثیت ایک مسلسل اور مرتب مضمون کی نہیں ہوگی بلکہ "شذرات" کی سی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ اگر آپ میری ان باتوں کو غور سے سنیں گے تو ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

حضرات! کسی نبی اور ہادی کی زندگی میں سب سے اہم چیز اس کی تعلیم اور ہدایت ہوتی ہے۔ اس لئے میں سب سے پہلے آپ کی تعلیم اور ہدایت ہی کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

آپ کی تعلیم کو اصولی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق اللہ سے یعنی ہمارے آپ کے خالق سے ہے۔ اور دوسرا وہ جس کا تعلق اللہ کے بندوں اور اس کی عام مخلوق سے ہے۔

حضرات اللہ تعالیٰ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اللہ کے دوسرے انبیاء و رسولوں نے جو کچھ دنیا کو

معروف ہے۔ کہ مسلمان تو مسلمان میرا خیال ہے کہ جن غیر مسلم حضرات کو آپ کی تعلیم کے بارے میں کچھ بھی واقفیت ہے وہ بھی اتنی بات ضرور جانتے ہوں گے کہ آپ نے خدا کی توحید کے بارے میں یہ سب کچھ بتایا ہے اس لئے میں اس سلسلہ میں کچھ زیادہ تفصیل سے عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہاں مسئلہ توحید کے ایک خاص گوشہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو آپ غور اور توجہ سے سُنیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ پیغمبروں کی امتوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر ہی کے بارہ میں غلو میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جائیں۔ اور اس کو خدا کی اختیارات کا مالک اور خداوندی صفات میں شریک ماننے لگیں۔ میرے نزدیک یہ بات تو عقل سے بہت بعید ہے کہ ذرا اتنی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والا کوئی آدمی پتھر کے بتوں کو یا زمین سے اُگنے والے درختوں یا زمین میں بہنے والے دریاؤں کو پوجنے لگے۔ یا گائے بیل۔ بندر۔ لنگور جیسے کسی جانور کی پرستش کرنے لگے۔ لیکن یہ بات کچھ زیادہ متبعد نہیں ہے کہ اللہ کے کسی پیغمبر کے معجزات اور اس کے دوسرے عجیر العقول کمالات دیکھ کر اس کے اُمتی اس پیغمبر ہی کے بارہ میں گمراہ ہو جائیں۔ اور اس کو خدا کی صفات میں شریک اور خدا کی اختیارات کا مالک سمجھنے لگیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

ہمارے ہادی برجی اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ کی بندش کے لئے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ کیا اور اپنے بندہ ہونے کو جس جس طرح ظاہر کیا میرے نزدیک توحید کے سلسلہ میں وہ ایسی خاص چیز ہے جس کا حق ہے کہ اس کو جانا جائے۔ اس کو یاد رکھا جائے۔ اس پر غور کیا جائے اور

اس سے آپ کی صداقت اور آپ کے کمال کو سمجھا جائے میں اس صحت میں اسی سلسلہ کے آپ کے چند ارشادات آپ حضرات کو سننا چاہتا ہوں۔ ہمارے جو غیر مسلم بھائی اس وقت تشریف فرما ہیں میں ان سے گڈ ارش کر دوں گا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے اس گوشہ پر خاص طور سے غور فرمائیں ایک موقع پر ارشاد فرمایا اور امت کو تنبیہ کی

”لَا تَطْرُقُونِي كَمَا أَطَرَّتِ النَّصَارَى عِيسَى
بَنِي مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدُ اللَّهِ ذَرَسُوا لَهُ فَنَّوْا
عَبْدَهُ وَرَسُوْلَهُ“

(یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ کی امت نے ان کو حد سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور خدا کا شریک بنایا۔ تم اس طرح مجھ کو حد سے نہ بڑھانا۔ میری حیثیت بس یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں۔ لہذا مجھے بندہ اور پیغمبر ہی سمجھو اور بندہ اور پیغمبر ہی کہو۔)

ایک دفعہ آپ کے سامنے آپ کے ایک صحابی کی زبان سے نکلا کہ ”اگر اللہ نے چاہا اور آپ نے چاہا تو یہ کام ہو جائے گا۔“ آپ نے برہم ہو کر ان صحابی سے فرمایا۔

”جَعَلَنِي دَلِيْلًا اَقْلَ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَخَدَّكَ“
یعنی تم نے مجھے خدا کے برابر کر دیا۔ یوں کہو جو تنہا خدا پہلے گا وہ ہوگا)

گویا آپ نے ان صحابی کو بتایا کہ اس کائنات پر میری فرمانروائی نہیں ہے کہ جو میں چاہوں ہو جائے۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانروائی ہے۔ اور صرف اسی کی یہ شان ہے کہ جو وہ چاہے اور جس چیز کا حکم دے وہ ہو جائے۔

”إِنَّمَا أَفْرَكَ إِذْ أَرَادْتَ شَيْئًا إِنَّ يَقُوْلَ لَكَ كُنْ فَيَكُوْنُ“

اس سلسلہ میں ایک واقعہ حامل طور سے قابل ذکر ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادہ تھے
 جی کا نام آپ نے ابراہیم رکھا تھا۔ قرینہ ڈیڑھ سال کی عمر میں
 ان کا انتقال ہو گیا۔ اتفاق سے اسی دن سورج کو گہن لگا۔ آپ کو
 خیال ہوا کہ شاید کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ میرے گھر کی اس غمی اور
 اس حادثہ کی وجہ سے یہ گہن لگا ہو۔ آپ نے فوراً اعلان کے ذریعہ
 لوگوں کو مسجد میں جمع کرایا۔ ان کے سامنے خطبہ دیا۔ جس کے یہ الفاظ
 آج تک حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ حمد و صلوة کے بعد
 آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَا بَعْدُ فَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ
 اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا ذُرُؤُكُمْ
 ذَاكَ فَأَفْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ

یعنی آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ چاند سورج
 اللہ کی مخلوق اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو
 نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے جینے سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ اور
 ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہذا جب کبھی تم دیکھو کہ ان کو گہن لگا
 تو سمجھو کہ اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے ایسا ہوا۔ اور
 جلدی سے اس کی عبادت اور نماز میں لگ جاؤ۔ اور اس کے
 قہر و غضب سے پناہ مانگو۔

اس واقعہ سے اس بات کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے بارہ میں غلو کی گمراہی کی کتنی فکر تھی۔ اور
 آپ نے اس خطرہ کی کیسی پیش بندی کی ہے۔ اور توحید کو کس
 قدر محکم اور محفوظ کیا ہے۔

ایک آخری بات اس سلسلہ کی اور سنئے۔

جب آپ آخری مرض میں مبتلا ہوئے تو اس دنیا سے

خصی کا وقت قریب آیا۔ تو آپ کو اس کی فکر اور زیادہ ہوئی
 چنانچہ انہیں دنوں میں آپ نے گمراہ ہو جانے والی بعض اگلی امتوں
 کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ان امتوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ
 بنالیا۔ اور اس مشرکانہ عمل کی وجہ سے ان پر خدا کی لعنت ہوئی۔
 خبردار! خبردار تم ہرگز ایسا نہ کرنا۔ اسی کے ساتھ آپ نے
 اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قُبُورِي وَتَنَائِبِي عِبَادًا
 میرے اللہ ایسا نہ ہو کہ دنیا سے میرے جانے کے بعد میری قبر
 بیت بنالی جائے۔ اور اس کی پوجا کی جائے

ایک طرف تو آپ نے امت کو شرک کے اس خاص خطرہ
 سے بچانے کے لئے یہ واضح ہدایتیں دیں۔ اور دوسری طرف
 اپنے طرز عمل سے بھی انہیں یہ بتایا اور سکھایا کہ محبوبہ اور مالک
 اور فرمانبردار اور کار ساز صرف اللہ ہی ہے۔ اور میں بھی
 اس کا ایک محتاج بندہ ہوں۔ اور اپنی ضرورتیں اسی سے مانگتا
 ہوں۔ اور اس کے در کا ایک بھکاری ہوں۔ صحابہ کرام خود
 ہی اس کے راوی ہیں۔ کہ جب کوئی ہم پیش آتی اور کوئی فکر آپ
 کو ہوتی تو آپ دعا اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اللہ کے حضور
 میں ہر رکھ کے پڑ جاتے۔ حضور کی ہوسینکڑوں دعا میں حدیث
 کی کتابوں میں منقول ہیں ان میں سے ہر دعا آپ کی عہدیت اور
 بندگی کا ایسا مظاہرہ اور ایسا اعلان ہے جس کے بعد کسی شخص
 کے لئے اس بارے میں کسی اشتباہ کی غلط فہمی کی کوئی گنجائش
 نہیں رہتی۔

آپ کی ایک دعا کے تہید الفاظ سنئے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ
 أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَا ضَرَفْتُ حُكْمَكَ عَدَلُ

فِي قَضَائِكَ أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ ۞

(اے میرے اللہ میں آپ کا ایک بندہ ہوں، میرا باپ بھی آپ کا بندہ تھا۔ میری ماں بھی آپ کی ایک بندی تھی (یعنی میں پشتی بندہ ہوں، غلام ابن غلام ہوں) میری پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے (یعنی میں بالکل آپ کے بس میں ہوں۔ اور آپ کا تابع فرمان ہوں) آپ کا جو حکم میرے بارہ میں ہو گا وہ نافذ ہو گا۔ آپ کا جو بھی فیصلہ میرے لئے ہو گا وہ سراسر انصاف ہو گا۔ میں آپ سے آپ کے ہی پاک نام پر یہ مانگتا ہوں) (خ)

بعض صحابہ کرام نے آپ کے آخری حج کی عرفات کے میدان کی ایک دعا نقل کی ہے۔ جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے، سنیے!

اس میں آپ کے الفاظ ہیں :- |

اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي وَتَرَى
 مَا كَانِي وَعِلْمُ بَرِّی وَعِلَانِی
 وَارْحَمْنِی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِنْ أَمْرِی
 وَأَنَا ابْنُ السُّقْمِ الْقَیْرِ الْمُسْتَعِیْثِ
 الْمُسْتَجِیْرِ الرَّجُلِ الْمُسْتَغْنِ
 الْمُعْتَرِ الْمُعْتَرِفِ بِذَنْبِي أَشْأَلُكَ
 مَسْعِدَةَ الْمُسْكِنِ وَأَبْتِهْلَ
 إِلَيْكَ ابْتِهَالِ الْمَذْنِبِ
 الذَّلِيلِ وَأَدْعُوكَ دُعَاءَ
 الْخَائِفِ الضَّرِیْبِ دُعَاءَ
 مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ
 وَفَاضَتْ لَكَ عِبْرَتُهُ وَذَلَّ
 آدَامَتُهُ وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهُ
 اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي بِذُنُوبِي

شَقِيحًا وَلَكِنِّي رَوَّافٌ جَمِيًّا
يَا خَيْرَ الْمُسْئِلِينَ وَيَا خَيْرَ
الْمُعْطِينَ ۝

کی گردن آپ کے سامنے جھکی ہو۔
جس کے انسو آپ کے حضور میں
پہم رہے ہوں۔ اور آپ کے لئے وہ
فرد تہی کر رہا ہو اور ناک رگڑ رہا ہو۔ اے میرے اللہ مجھے ایسا
نہ کر کہ میں آپ سے دعا کر کے بے نصیب رہوں۔ مجھ پر مہربانی
فرما، رحمت فرما۔ اے سب سے اچھے مسئلہ والا، اے سب سے
اچھے داتا۔

حضرات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس توحید کا دنیا کو پیغام دیا۔ اور شرک کے راستوں کو جس طرح بند کیا اس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے میں آپ کی یہ دعائیں اور آپ کے وہ ارشادات کافی ہیں جو ابھی میں نے آپ کے سامنے ذکر کئے۔ یہ تو آپ کی اس تعلیم کا ایک نمونہ ہوا جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق دی ہے۔ اس کے بعد صرف نمونے ہی کے طور پر آپ کے بعض وہ ارشادات بھی سن لیجئے جی میں آپ نے بندوں کے اور مخلوق کے حقوق کے بارہ میں اُمت کو ہدایات دی ہیں۔

آپ نے مآلِ باپ - اولاد - بہن بھائی اور عزیزوں
 قریبوں کے متعلق حسن سلوک اور ادائے حقوق کی جو سخت
 تاکید فرمائی ہیں اس وقت ان کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ کی تمام
 مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے
 میں آپ کے چند ارشادات سناتا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے
 آپ نے فرمایا:-

”الحقّ کلّم عیال الله فاحب الناس الى الله انفعهم لعیاله او كما قال صلى الله علیه وسلم (یعنی ساری مخلوق اللہ کی عیال اور اس کا کنبہ ہے اس لئے اللہ کو اپنے بندوں میں وہ بندہ زیادہ پیارا ہے جو اس کی

خلوق کو زیادہ نفع پہنچائے۔)

ایک اور حدیث میں ہے: آپ نے اپنے امتیوں کو ہدایت فرمائی۔

”إِزْجُوا مَن فِي الْأَرْضِ يُرْسِلْكُمْ مَن فِي السَّمَاءِ“
(یعنی تم زمین میں بسنے والی اللہ کی مخلوق پر رحم کرو
آسمان والا شہنشاہ تم پر رحمت کرے گا)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔
”لَا يُؤْخِذُكُمْ لَا يُؤْخِذُكُمْ“ یعنی جو دوسرے پر رحم نہیں کھاتے
گاہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا)

بعض حدیثوں میں آپ نے خاص طور سے کمزور اور
پیس ماندہ طبقوں کی خبر گیری اور خدمت کی ہدایت و تلقینی فرمائی
ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے الساعی علی الامر ملہ
والمسکین کا لمجاہد فی سبیل اللہ (یعنی کسی حاجت مند
مسکین اور کسی بیچاری بے سہارا اور لاوارث عورت کے
کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ اجر و ثواب میں خدا
کی راہ میں جہاد کرنے والے بندے کے برابر ہے۔

ایسے ہی یتیموں کی کفالت اور پرورش کی ترغیب دیتے
ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ انا ذکافل الیتیم فی
الجنة کھاتین او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

(یعنی کسی قسیم بچہ کو اپنے سایہ عاطفت میں لے کر اس کی کفالت
اور پرورش کرنے والا بندہ جنت میں بالکل میرے ساتھ ہوگا
اور یہ تو عام مخلوق اور خاص طور سے کمزور طبقوں
کے ساتھ حبیبی سلوک اور مہر دہی کے بارہ میں آپ کی تعلیم تھی۔

اس سے آگے نہیں کہ آپ نے ستانے والوں اور دشمنی کرنے
والوں کے لئے بھی یہی تعلیم دی۔ کہ ان کے ساتھ بھی حبیبی سلوک کیا

جائے۔ ارشاد فرمایا:۔

”صِلْ مَن قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَامْحِصِ
إِلَى مَن أَسَاءَ إِلَيْكَ“

(یعنی جو شخص تم سے تعلق توڑے (یا قطع کرے) تم اس
سے بھی جوڑنے کی کوشش کرو جو تم پر ظلم و زیادتی کرے تم اس کو
معاف کر دو۔ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھی اچھا
سلوک کرو۔ اور اس کی بدی کا بدلہ نہ سنی سے دو)

آپ نے اور آپ کی لائی ہوئی کتاب اللہ قرآن پاک نے
دنیا کو بتایا کہ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی انصاف ہی کیا
جائے۔ بے انصافی اور ظلم و زیادتی جان و ایمان کے دشمنوں
کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

وَلَا يَجُوزُ مَنَّا شَتَاؤُكُمْ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا
إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ“

کسی قوم کی دشمنی تم سے کوئی بے انصافی نہ کرادے۔

سب کے ساتھ انصاف کرو۔ یہ پھر ہیز گاری کا قریبی تقاضہ ہے)

حضرات! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چند
ارشادات اس وقت ذکر کئے ہیں۔ ان کو آپ کی اس تعلیم و ہدایت
کا صرف نمونہ کہا جاسکتا ہے جو آپ نے اللہ کے بندوں اور اس کی
عام مخلوق کے ساتھ تعلق اور سلوک کے بارہ میں اپنی امت کو دی
ہے۔ میں وقت کی تنگی کی وجہ سے اس سلسلہ میں اس وقت بس اتنے
ہی پر اکتفا کر دی گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اسی سے آپ کی
تعلیم کے اس شعبہ سے متعلق ایک عام اندازہ کر سکیں گے۔ اب میں
ایک دوسرے موضوع پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے شروع میں آپ حضرات سے عرض کیا تھا کہ اس وقت
آپ کے سامنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و سیرت کے

بہت متفرق گوشوں کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ اور میری اس وقت کی گفتگو کی حیثیت مجلسی شذرات کی سی ہوگی۔ اب تک میں نے آپ کی تعلیم کے دو گوشوں کے بارے میں کچھ عرض کیا ہے (ہیکٹ خدا کی توحید اور دوسرے اس کی عام مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک)

اب میں آپ کی سیرت کے بھی ایک خاص گوشہ پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت داری و راستبازی حسن اخلاق۔ رحم دلی تحمل۔ و بردباری۔ غریبوں اور بے کسوں کی خدمت و اعانت اور شجاعت اور شفقت یہ سب آپ کی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن کا اقتدار آپ کے دشمنوں کو بھی ہے۔ اور جس شخص کو آپ کے حالات زندگی سے ذرا سی بھی واقفیت ہے وہ ان سب باتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس لئے میں آپ کی زندگی کے ان پہلوؤں کے بارے میں کچھ عرض نہیں کروں گا۔ اس وقت آپ کی سیرت کے سب گوشہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے اس دنیائے یعنی دنیا کی دولت اور اس کی لذتوں اور راحتوں سے کتنا حصہ لیا۔ اور آیا نبوت کی وجہ سے آپ نے دنیا میں کوئی آرام اٹھایا۔ عیش کیا۔ یا مسیبتیں بھیسیں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ اور جب آپ کو حکومتی اقتدار حاصل ہوا تو آپ نے حکومت کس طریقہ پر کی۔ اور اس حکومت سے آپ نے اپنے لئے اور اپنے گھروالوں کے لئے کیا لیا اور کتنا فائدہ اٹھایا؟

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ نبوت کے بعد تیرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آبائی وطن مکہ میں رہے۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ دعویٰ نبوت کے بعد آپ کی قوم آپ کی سخت مخالف بلکہ آپ کی جانی دشمن ہو گئی تھی۔ آپ کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے آپ کو تنگ کیا گیا۔ آپ کا اور آپ کے گھروالوں کا بایک ٹ بھی کیا گیا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی بندش بھی کی گئی۔ الغرض

مکہ کا یہ پورا زمانہ آپ کی انتہائی مظلومی اور بظاہر بے بسی کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد جب آپ گھر بار چھوڑ کر مکہ سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور مدینہ ہجرت فرمائی۔ تو ابتدا میں یہاں بھی کئی سال تک تنگی اور کمزوری ہی کا دور دورہ رہا۔ اور معاشی خوش حالی اور ترقی کی راہیں نہیں کھلیں۔ بہر حال نبوت کے بعد قریباً ۱۵-۲۰ سال تک حالات کچھ ایسے ہی رہے۔ کہ دنیا کے عیش و آرام کا بظاہر کوئی امکان بھی نہ تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اس کے بعد حالات بدل گئے۔ عرب کا خاصا وسیع رقبہ آپ کے زیر اقتدار آ گیا۔ ملکی فتوحات سے اور دوسری راہوں سے دولت کے ڈھیر کے ڈھیر تانے لگے۔ لیکن اس کے بعد بھی آپ کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی غریبانہ اور فقیرانہ زندگی اس دور میں بھی رہی جو کہ پہلے دور میں تھی۔ آپ کے خادما خاص ابو ہریرہ جو آپ کی زندگی کے انہیں آخری چار سالوں میں آپ کے ساتھ رہے ہیں جو فتوحات کے سال ہیں۔ اور جب آپ کو حکومتی اقتدار بھی حاصل ہو گیا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ "توفی عنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولحمہ لشیعہ من خبیئ الشعیب" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کے آپ نے نہیں کھائی۔ اسی طرح آپ کی رفیقہ رحیات اور محرم راز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے جو حدیث کی مستند کتابوں میں محفوظ ہے۔

واللہ ما شیعہ ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مند یومین معتابین وسلم اور ان کے گھروالوں نے من خبیئ الشعیب کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

ایک اور موقع پر انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے

ہو جائے۔ کم سے کم صرف اتنا ہو جائے کہ ایک فصل پر گھر کے
خروج کے لئے اتنا محفوظ کر دیا جائے کہ جو دوسری فصل تک
گزارہ کے لئے کافی ہو جائے کہ اسے تاکہ آئے دن ہمانوں کے گھر
جانے بہ یا ایسی ہی کوئی ضرورت پڑ جانے پر پڑوسیوں کے گھروں
سے جو قرض ادھار منگنا پڑتا ہے یہ صورت نہ ہے اور روزمرہ
کی ضرورتیں آسانی سے پوری ہوتی ہیں۔

آپ کی ان پاک بیویوں نے نہ تو اپنے لئے زیورات کی
خرش کی تھی نہ قیمتی کپڑوں کی۔ بس گھر میں اتنا محفوظ کرنے کی درخواست
کی تھی جس سے دال روٹی کا مسئلہ آسان ہو جائے۔ اور آئے دن
قرض مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

پھر آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کا کیا جواب دیا؟

آپ نے اس درخواست کو اپنی گھر والیوں کا اتنا بڑا
قصور قرار دیا کہ ان سے بات کرنی بھی چھوڑ دی۔ اور سب سے
الگ تنہا ایک حجرہ میں رہنے لگے (کوئی محبوب شوہر سب سے
بڑی سزا اپنی بیویوں کو پہنچا دے سکتا ہے)

پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ پھر اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف
سے وحی آئی اور آپ کو حکم ہوا کہ اپنی بیویوں سے اس معاملہ میں
آپ صادق بات کریں اور ان سے کہیں کہ اگر تم میرے گھر کے اس
فقروفاقہ کو اب ہمداشت نہیں کر سکتیں اور دنیا کا عیش و
آرام اور یہاں کی آرائش و زیبائش تم کو مطلوب ہے تو میں
تم کو آزادی دے سکتا ہوں۔ اور اگر تمہیں اللہ کی رضا اور اللہ
کے رسول کی رفاقت اور آخرت کا عیش و آرام مطلوب ہے تو
پھر اسی حال میں میرے ساتھ رہو۔ اور آخرت کے اس اجر و ثواب
پر نظر رکھو تو اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے لئے تیار کیا ہے۔

حضرت عروہ سے بیان کیا کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ہم لگاتار تین مہینے
چاندیکھیتے تھے۔ یعنی دودھ پینے گزر جاتے تھے اور ہمارے
گھروں میں جو گھلا گرم ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ انہوں نے
حیرت سے پوچھا کہ خالہ جان! پھر آپ لوگ زندہ کس چیز سے رہتے
تھے۔ انہوں نے کہا کہ بس پانی اور گھجور کے دانوں پر زندگی کے
دن گزرتے تھے۔

حدیث ہے کہ جو رات آپ کی زندگی کی آخری رات تھی اس
میں چراغ جلانے کے لئے تیل پڑوس کے گھر سے لینا پڑا تھا۔ اور آپ
کی زرہ اس وقت ایک بیوی کے یہاں گروی رکھی تھی۔ جس سے
آپ نے کچھ جو قرض منگوئے تھے۔

یہ غریبی اور معیشت کی یہ تنگی اس وقت تھی جب کہ آپ
عرب کے بڑے حصے کے فرمانرد بھی ہو چکے تھے اور غنیمت اور
خمیس اور جزیرہ وغیرہ مختلف مدوں سے ہزاروں لاکھوں روپیہ
آنے لگا تھا۔ اور خود آپ اپنے ہاتھ سے اس کو تقسیم فرماتے
تھے۔

اس سلسلہ میں آپ کی زندگی کا ایک واقعہ خاص طور
سے قابل ذکر ہے۔ جس کو قرآن مجید میں بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب عرب کے ایک حصہ پر آپ کا حکومتی
اقتدار بھی قائم ہو گیا۔ اور مختلف علاقوں میں پیدا ہونے والی چیزیں

مدینہ مطہرہ میں سرکاری طور پر درآمد ہونے لگیں اور خوش حالی
زندگی گزارنے کے سامان اطراف و اکناف سے کھینچ کر آنے

لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یعنی
آپ کی گھر والیوں نے باہم مشورہ کر کے آپ سے درخواست

کی کہ اب پہلی سی مجبوری نہیں رہی ہے۔ اللہ کا فضل ہے۔ اس لئے
ہم یہ چاہتے ہیں کہ گھر کے گزارہ میں بھی اب کچھ آسانی کی صورت

قائدہ اٹھایا اور نہ اپنی اولاد اور اپنے خاندان والوں کو نفع اٹھانے کا کوئی موقع دیا۔

شاید آپ میں سے بہت سوں کو گاندھی جی کی یہ بات یاد ہو کہ ۱۹۳۷ء کے جنرل الیکشن کے بعد جب پہلی دفعہ سات صوبوں میں کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں تو انہوں نے اپنے اخبار ہریان میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں وزارتوں کو نصیحت کی تھی کہ وہ البکر و عمر کو بطور نمونہ سامنے رکھیں۔ اور صاف لفظوں میں کہا تھا کہ میں نے یہ دو نام اس لئے لکھے ہیں کہ مجھے تاریخ میں ان دو کے سوا کوئی حکمران ایسا نہیں ملتا جس نے خود فقیر رہ کر ایسی حکومت کی ہو۔

بلاشبہ گاندھی جی نے یہ بات بالکل صحیح کہی تھی لیکن گاندھی

جی بھی جانتے تھے اور آپ سب حضرات بھی جانتے ہوں گے کہ البکر و عمر میں یہ بات ان کے اور ہمارے ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم و تربیت سے آئی تھی۔

اگر ہمارے ارباب حکومت گاندھی جی کی اس نصیحت پر صرف پانچ فی صدی بھی عمل کرتے تو میں خدا کی قسم لکھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت ہمارا یہ ملک ساری دنیا کی حکومتوں کے لئے ایک مثال بن جاتا اور سارے مشرق اور مغرب کی رہنمائی کرتا۔

خیر! یہ بات تو یوں ہی اس وقت زباں پر آگئی ورنہ مجھے آخری بات آپ حضرات سے یہ کہنی تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت کے متعلق جو کچھ میں نے اس وقت عرض کیا ہے یہ بلا مبالغہ سمندر میں ایک قطرہ ہے۔ اور ایک گھنٹہ کی تقریر میں اس سے زیادہ کہا بھی نہیں جاسکتا۔

اب آپ سب حضرات سے میری غلط فہمی و درخواست ہے کہ جلسوں کی اس قسم کی تقریروں پر آپ قناعت نہ کریں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت سے واقفیت (باقی صفحہ ۱۳۲ پر ملاحظہ ہو)

حصہ ہر سال اس میں دینا پڑتا ہے۔ زکوٰۃ کی اس مد سے ہر ضرورت مند مسلمان قائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد اور اپنے خاندان والوں کو اس قائدہ سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ اور اعلان فرمادیا کہ میرے خاندان والوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

اب اسلامی شریعت کا قانون یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والے اگر پیسے والے ہوں تو ان سے زکوٰۃ وصول تو کی جائے گی لیکن اگر وہ مفلس اور نادار ہوں تو زکوٰۃ سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور آج تک اس قانون پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں آپ سے پہلے بڑے بڑے اولواکرم پیغمبر آئے۔ ان کی پیغمبری پر بہ ہمارا ایمان ہے۔ بڑے بڑے رشی اور مہتمی پیدا ہوئے جی کا نام عزت و احترام سے لیا جاتا ہے لیکن ایمان دھرم سے بتائے اور خدا لگتی کہیں کسی نے بھی یہ نمونہ چھوڑا ہے۔

آقا قہار دیدہ ام مہربان و زندہ ام
بسیار خوبال دیدہ ام لیکن تو چیزے دگیری

پھر آپ کے اسی نمونہ اور اسی تعلیم نے البکر و عمر جیسے حکمران پیدا کئے۔ یہ اپنے زمانہ کی وسیع اور مضبوط ترین حکومت کے پورے با اختیار فرمانروا تھے۔ خائن کو حضرت عمر کے زمانہ میں تو اس وقت کی سب سے بڑی دوشہنشاہیوں (رومی حکومت اور ایرانی حکومت) کے علاقے بھی ان کے زیر اقتدار آ گئے تھے۔ اور وہ اپنے دور کے سب سے بڑے طاقتور فرمانروا تھے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے بالکل فقیروں اور مسکینوں کی سہ زندگی گذاری۔ اور حکومت سے نہ اپنی ذات کے لئے کوئی

امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی کی جید تقلید و تصنیف

تفسیر آیت مباہلہ۔ قل تعالوا نذبح ابنائنا وابنائکم کی صحیح تفسیر و شیعہ کے مخالفوں کا اڑالہ..... قیمت ۴

تفسیر آیت میراث ارض:۔ آیت ولقد کتبنا فی الذکور الخلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت.... قیمت ۴

تفسیر آیت ادلی الامم منکم:۔ اطیعوا اللہ واطیعوا المسول وادلی الامم منکم کی تفسیر و شیعہ کے مخالف کا جہاز۔ قیمت ۴

تفسیر آیت معیت! تفسیر آیت محمد رسول اللہ والذین معہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا خلیفہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۴

تفسیر آیت تمکین! تفسیر آیت الذین مکناہم فی الارض جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلعم کے مہاجرین

کی بارگاہ الہی میں بڑی عزت ہے۔ ان میں سے ہر ایک امامت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا۔ ان کی خلافت قرآن کی موعودہ

خلافت ہے۔ ان کے عہد خلافت کے تمام کام خدا کے پسندیدہ اور مقبول تھے۔ قیمت ۴

تفسیر آیت رضوان! آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرات خلفائے

ثلاثہ اور تمام صحابہ جلیلہ علیہم السلام اور خدائے الہی سے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ قیمت ۴

تفسیر آیت مودۃ القربی! تفسیر آیت قل لا استلکم علیہ اجوا کی صحیح تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ جو اس

آیت کے حوالہ سے محبت اہل بیت کو اجر رسالت کہتے ہیں۔ یہ قرآن کی معنوی تحریف اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر نفرت کا عمل ہے

ابوالاعلیٰ محمد بن علی! جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت حضرت علی اور پیروکار اہل بیت نہیں ہو

سکتا جب تک کہ فریب حق اہل سنت و الجماعت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸

ملنے کے مکتبہ حزب انصاف و یحیر شمس الاسلام دار النجاشی شمس الاسلام بھیرہ (پاکستان)